پاسبانِ ملت خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی کی سرپرستی میں سرزمین ممبئی سے نکلنے والے

ہفت روزہ "تاجدار" ممبئی کا

# قرآن نمبر

۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ مطابق ۳/ نومبر ۱۹۷۲ء جمعہ مبارکہ شمارہ ۲۶/۲۷/۲۸

تدوین وتقدیم

**توفیق احسن برکاتی مصباحی**

پیش کش

**ادارہ معارفِ اسلامی**

۱۳۲/ کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پاسبانِ ملت،خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی کی سر پرستی میں سرزمین بمبئی سے نکلنے والے

ہفت روزہ تاجدار،بمبئی کا

# قرآن نمبر

(۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ مطابق ۳؍نومبر ۱۹۷۲ء-جمعہ مبارکہ- شمارہ ۲۶،۲۷،۲۸)

تدوین وتقدیم
توفیق احسنؔ برکاتی،ممبئی
09819433765

ناشر
ادارہ معارفِ اسلامی-مکتبۂ طیبہ،126 کامبیکر اسٹریٹ،ممبئی-3

©جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | ہفت روزہ تاجدار بمبئی کا قرآن نمبر |
| مدیران ومرتبین | : | مولانا کامل سہسرامی، انوار احمد نظامی، ضیا جالوی |
| تدوین وتقدیم | : | توفیق احسنؔ برکاتی، ممبئی |
| کمپوزنگ | : | مولانا ارشاد احمد برکاتی، ممبئی |
| اشاعت | : | فروری، ۲۰۱۷ء |
| صفحات | : | ۱۴۴ (ایک سو، چوالیس) |
| ناشر | : | ادارہ معارف اسلامی -مکتبۂ طیبہ، ممبئی-3 |
| قیمت | : | ۱۲۰/روپے |


© All rights reserved to Taufiq Ahsan Barkati ,Mumbai


| | | |
|---|---|---|
| **Book Name** | **:** | **Tajdar Bambai Ka Quran Nomber** |
| **Compiled by** | **:** | **Taufiq Ahsan Barkati** |
| **Pages** | **:** | **144** |
| **Publishing year:** | | **February,2017** |
| **Published by** | **:** | **Idara Maarif e islami, Mumbai** |
| **Price** | **:** | **Rs:120** |

ملنے کے پتے:

● **نیو سلور بک ایجنسی**: فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی-۳-**09323406784**

● **ناز بک ڈپو**: فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی-۳-**09322255763**

● **اقرا بک ڈپو**: ۳۰بی، نور منزل، محمد علی روڈ، ممبئی-۳-**08080270400**


●●

## انتساب

مجاہدِ ملت علامہ حبیب الرحمٰن عباسی علیہ الرحمہ
کے نام

## مضامین


| | | |
|---|---|---|
| ● -انتساب | ........................ | ۳ |
| ● -تقریظ | مولانا عبدالمبین نعمانی | ۶ |
| ● -تقدیم | توفیق احسن برکاتی | ۹ |
| ● -اداریہ | مولانا کامل سہسرامی | ۲۸ |
| ● -قرآن مجید ایک نظر میں | ادارہ | ۳۱ |
| ● -کلام ازلی وآئین لم یزلی | مولانا نظام الدین رامپوری | ۳۴ |
| ● -قرآن حکیم غیر مسلموں کی نظر میں | مولانا نسیم بستوی | ۳۸ |
| ● -قرآن کا چیلنج | مولانا قمرالزماں اعظمی | ۴۲ |
| ● -قرآن حکیم سے متعلق چند معلومات | مولانا انوار احمد نظامی | ۴۸ |
| ● -قرآن کا معاشی نظام حیات | مولانا کامل سہسرامی | ۵۱ |
| ● -اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ | علامہ ارشد القادری | ۵۶ |
| ● -ہم قرآن کی تلاوت کس طرح کریں؟ | ادارہ | ۵۹ |
| ● -قرآن عظیم انسانی ترمیم سے بالاتر ہے | مولانا کامل سہسرامی | ۶۲ |
| ● -توہین رسالت کا مرتکب..... | مولانا کامل سہسرامی | ۶۶ |
| ● -خدامان مصحف اور خطاطان قرآن | سید احمد حسین صفوی | ۷۰ |
| ● -قرآن کی روشنی میں عورت کی شخصیت | مولانا کامل سہسرامی | ۷۴ |
| ● -خدا کی طرح اس کا کلام بھی منفرد | قاری ابوالحسن اشرفی | ۷۸ |
| ● -قرآن مجید کے اثرات | عبداللہ علوی | ۸۱ |
| ● -تاریخ قرآن مجید | تسلیم الدین نیپالی | ۸۳ |
| ● -قرآن حکیم کا آغاز | سراج الدین فریدی | ۸۷ |

| | | |
|---|---|---|
| ●-قرآن میں مذکور انبیا کا تعارف | مولانا کامل سہسرامی | ۹۰ |
| ●-قرآن کریم واضح اور روشن کتاب | ڈاکٹر سلیم طالب القادری | ۱۰۲ |
| ●-قرآن مجید کا پہلا سبق | مظفر حسن علی سہسرامی | ۱۰۹ |
| ●-قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات | ڈاکٹر ضمیر الدین شیخ | ۱۱۱ |
| ●-صاحبِ قرآن آیات قرآنی کی روشنی میں | مولانا عبدالمبین نعمانی | ۱۱۸ |
| | -:(مختلف نظمیں):- | |
| ●-نعت پاک | مولانا عبدالحفیظ قادری | ۱۲۷ |
| ●-ماہ صیام | حضرت شمسؔ، الہ آبادی | ۱۲۸ |
| ●-نعرۂ تکبیر | اجملؔ سلطان پوری | ۱۲۹ |
| ●-قرآن اور تلوار | ظفر جاوید | ۱۳۰ |
| ●-طلوعِ نَو | طیشؔ صدیقی | ۱۳۴ |
| ●-قطعاتِ تاریخ | الطافؔ مالیگانوی | ۱۳۵ |
| ●-تحفۂ رب العلیٰ | الطافؔ انصاری | ۱۳۶ |
| ●-تو دیکھو..... | اسلمؔ گورکھپوری | ۱۳۷ |
| ●-یتیم کی عید | شمسؔ، الہ آبادی | ۱۳۸ |
| ●-قرآن عظیم | شمسؔ، الہ آبادی | ۱۴۱ |
| ●-چمن زار ایمان | متعدد شعرا | ۱۴۲ |
| ●-رباعی سورۂ اخلاص | حافظ رحمانی بابا | ۱۴۴ |

● ●

# تقریظ

ممتاز مصنف و مبلغِ اسلام حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی، چریا کوٹ، مئو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن.

ممبئی کی سرزمین بڑی خوش قسمت ہے کہ یہاں بڑی بڑی تحریکوں نے جنم لیا، سنی جمعیۃ العلماء کا آفس یہیں ہے، آل انڈیا تبلیغ سیرت کا دفتر بھی ممبئی ہی میں ہے، دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی کے مراکز بھی یہیں اپنا کام سنبھالے ہوئے ہیں۔ حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں مارہروی اور ان کے برادر اصغر احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن علیہما الرحمہ نے بھی اپنی دعوت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کا میخانہ یہیں سجایا، سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ بھی یہاں بہت وسیع رہا ہے۔ شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی قادری اور ان کے برادر اصغر محبوبِ ملت مولانا محبوب علی خان علیہما الرحمہ نے بھی سرزمین ممبئی کو اپنی مساعیٔ جمیلہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اشرف العلماء علامہ سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے تدریس و تبلیغ اور امامت و خطابت سے عرصۂ دراز تک یہاں کے سنیوں کو نوازا ہے۔ [پوری تفصیل ''ممبئی عظمیٰ کی مختصر تاریخ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔]

یہیں پر ایک عظیم ادارہ اور متحرک تنظیم ''رضا اکیڈمی'' کے نام سے قائم ہے جس کی شاخیں ہند و بیرون ہند پھیلی ہوئی ہیں، جو سنی کتابوں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کے لیے مشہور ہے، جس کے بانی و روح رواں ہیں الحاج محمد سعید نوری اور اس کے قرب میں ایک اور ادارہ ہے: ''نشانِ اختر''، جس نے چند سال قبل الفی قرآن پاک مع کنز الایمان و تفسیر خزائن العرفان کا کام شروع کیا، پھر حتی الوسع تصحیح کا اہتمام کیا، پھر اس کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آئے، ایک ایڈیشن مولانا محمد شاکر نوری حفظہ ربہ کی تحریک پر سنی دعوت اسلامی والوں نے بھی شائع کر کے اس کی

اشاعت میں ہاتھ بٹایا۔ پہلے جہازی سائز پر یہ نسخہ منظر عام پر آیا، پھر سنی تحریک والوں نے نصف سائز پر اس کو شائع کرایا، اس قرآن کریم کے کام میں اصلاً سارا اہتمام جناب الحاج محمد عمران دادانی رضوی نے کیا، جب کہ ان کے احباب نے بھی تعاون کیا اور ان کے اسٹاف نے بھر پور ساتھ دیا، اس کے بعد غیر الفی قرآن پاک کے ساتھ عام سائز پر بھی کنز الایمان مع تفسیر کے کئی ایڈیشن مارہرہ شریف، ممبئی اور دہلی سے شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر رہے ہیں اور اب تفسیر نور العرفان کا کام چل رہا ہے جسے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے حاشیۂ قرآن کے طور پر مکمل تحریر فرمایا، جو اب تک شایان شان طریقے سے شائع نہ ہو سکا، جب کہ صحتِ متن کے ساتھ نئی کتابت کرا کے معریٰ قرآن پاک (یعنی غیر مترجم) بھی شائع کرنے کا پروگرام ہے اور کام چل رہا ہے، جس میں رسم الخط کی صحت کا بھی خاص خیال رکھا جائے گا۔

اسی ممبئی کی سرزمین پر خطیبِ اہل سنت، پاسبانِ ملت علامہ مشتاق احمد نظامی نے بھی اپنی کارکردگی کی بساط بچھائی، خطابت کے ساتھ صحافت کو بھی زینت بخشا، کسی زمانے میں یہیں سے ماہ نامہ ''پاسبان'' جاری کیا، جو بعد میں الہ آباد سے نکلا اور خوب چلا، اس کے کئی ایک، بڑے وقیع نمبر بھی شائع ہوئے جن میں ''مجدد نمبر'' بڑا مقبول ہوا۔ ''پاسبان'' کے ساتھ ہی حضرت پاسبانِ ملت نے اہل سنت کے اندر بیداری لانے اور سنی اخبار و احوال کو عام کرنے، نیز بدعقیدوں کی ریشہ دوانیوں کے جواب کے لیے ہفت روزہ ''تاجدار'' بمبئی کے نام سے ایک اخبار کا اجرا کیا، جو اگر چہ کم ہی دنوں تک چلا لیکن اپنی یاد چھوڑ گیا، بڑا ہی بھر اپُرا اور موقر اخبار تھا، اس کی اشاعت کے موقوف ہونے کا بڑا افسوس ہے۔ شاید اس کی کمی کو ہفت روزہ ''مسلم ٹائمز'' ممبئی پورا کر سکے، جو رضا اکیڈمی کی ماتحتی میں سالوں سے اشاعت پذیر ہے۔

''پاسبان'' کی طرح ''تاجدار'' کے بھی کئی خصوصی نمبر شائع ہوئے، اس میں ایک مختصر نمبر ''قرآن نمبر'' کے نام سے بھی شائع ہوا تھا، یہ نومبر ۱۹۷۲ء کی بات ہے، تلاش بسیار کے بعد اس کی کاپی مولانا محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی کو دستیاب ہوئی تو ان کی نظر توجہ اس پر پڑ گئی، انھوں نے اس کی کتابی اشاعت کا ارادہ کر لیا، بلکہ اس کے لیے پوری کوشش کر ڈالی۔ اخبارات کے خصوصی شمارے بالعموم زیادہ ضخیم نہیں ہوتے، اس لیے یہ نمبر بھی کم ضخیم ہے لیکن جو مضامین ہیں وہ

بڑے کام کے ہیں، اس کے شروع میں مرتب موصوف نے ایک وقیع مقدمہ بھی تحریر کردیا ہے جس میں ''ہفت روزہ تاجدار'' بمبئی کی تاریخ اور اس کی غرض وغایت پر بالتفصیل روشنی ڈالی ہے اور بانی تاجدار علامہ مشتاق احمد نظامی کے احوال وکوائف کو بھی بیان کیا ہے، نیز مدیران اخبار کا مختصر تعارف بھی کرادیا ہے، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں دعوتِ مطالعہ دے رہا ہے۔

یہ ہے! اور اس کے ساتھ اہل سنت کے جرائد و رسائل کے ذمہ داروں سے عاجز کی درخواست ہے کہ ایک بہت ہی باوقار اور تحقیقی ''قرآن نمبر'' کا اہتمام کریں، اہل علم وقلم سے رابطہ قائم کر کے اس کی اشاعت کو یقینی بنائیں، اس کے لیے بڑی محنت و جاں کاہی کی ضرورت ہے، اب دیکھنا ہے کہ قرعۂ فال کس کے نام آتا ہے، کون جدوجہد کے لیے تیار ہوتا ہے، کون قرآن کریم کے اس خصوصی شمارے کے لیے قدم آگے بڑھاتا ہے اور کون اس بارِ گراں کو اپنے کاندھوں پر لیتا ہے۔ ناچیز اپنی سی کوشش اور شرکت کے لیے پیشگی آمادگی کا اظہار کرتا ہے۔ ''ہمت مرداں مددِ خدا'' - اور - ''مشکلے نیست کہ آساں نہ شود'' کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، پھر تو کامیابی و کامرانی قدم کو ضرور چومے گی، نصرت خداوندی ضرور ساتھ دے گی، اجر عظیم و جلیل سے ضرور نوازے جائیں گے۔ السعی منا والاتمام من اللہ تعالیٰ۔

**محمد عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی**
(مہتمم) دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، ضلع مئو (یوپی)
۱۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ/۱۲؍فروری ۲۰۱۷ء

●●

# تقدیم

## ہفت روزہ تاجدار، بمبئی

شہر بنگلور سے ایک اخبار ''نشیمن'' نکلتا تھا، جو بمبئی سے بھی شائع ہوتا تھا، یہ اخبار اب بھی نکل رہا ہے۔ اس میں اہل سنت و جماعت کے خلاف دریدہ دہنی کا خوب خوب مظاہرہ ہوتا تھا۔ پاسبانِ ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ جو الٰہ آباد، یوپی سے ماہ نامہ ''پاسبان'' جاری رکھے ہوئے تھے جس کے چند خاص نمبرات نے علمی و مذہبی حلقوں میں کافی دھوم مچائی تھی۔ اس جریدے کے ذریعے اردو زبان اور مذہبی ادب خوب خوب پروان چڑھ رہا تھا۔ پاسبانِ ملت علامہ مشتاق نظامی علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ عالم دین، بے نظیر خطیب، اعلیٰ درجے کے انشا پرداز اور بے باک صحافی و ادیب کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا چکے تھے، جن کی کئی کتابیں آج بھی لاجواب ہیں۔ پورے ہندستان میں ان کی تقریریں ہوتی تھیں اور بڑے شوق سے سنی جاتی تھیں۔ شہر ممبئی بھی ان کی فیض بخشی سے محروم نہ رہا، محرم الحرام اور دوسرے مواقع پر ممبئی میں ان کے خطابات ہوتے تھے۔ یہاں کے حالات سے وہ کافی حد تک آگاہ تھے اور مذہبی حقائق اور بد مذہب فرقوں کی ریشہ دوانیاں بھی ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھیں۔

کئی اخبارات و جرائد اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات و مراسم پر کھل کر اظہار خیال کرتے تھے اور جابجا تنقیدوں سے نشتر زنی کر رہے تھے۔ ہفت روزہ ''نشیمن'' اپنے ایک خاص کالم ''تھپڑاخیں'' کے ذریعے بڑی بے باکی اور درندگی کے ساتھ سنیت اور مذہبِ حق کے خلاف گستاخیوں اور بد دیانتی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھا۔ اس کالم کی اکثر تحریروں میں جماعتِ اہل سنت کے عقائد و نظریات اور معمولات و رسومات پر کیچڑ اچھالا جاتا تھا۔ یہ اخبار اور اس کا یہ کالم وہابیہ دیابنہ کے حلقوں میں کافی مقبول و مشہور تھا اور اس کی اشاعت دن بہ دن بڑھتی جارہی تھی۔ ضرورت تھی کہ اخبار ہی کے ذریعے اس دریدہ دہنی اور گستاخی کا جواب دیا جائے اور

اس کالم کے جھوٹوں کے سارے پول کھول کھول کر بیان کر دیے جائیں تا کہ حقائق کا پردہ چاک ہو اور دنیا کھلی آنکھوں سے سچائی کا دیدار کر سکے۔

اسی ضرورت کے پیش نظر پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے ۱۹۷۲ء میں ہفت روزہ ''تاجدار، بمبئی'' کا اجرا فرمایا۔ ابتدا میں تو اس اخبار کے شمارے الہ آباد میں مرتب ہو کر چھپتے تھے اور شہر ممبئی سے اس کا اجرا ہوتا تھا، بعد میں شہر ممبئی ہی میں اس کی آفس سانکلی اسٹریٹ مدن پورہ ممبئی میں کھلی اور وہاں سے باقاعدہ شائع ہونے لگا۔ اس اخبار کے ایڈیٹر مولانا کامل سہسرامی اور مدیر مسئول مولانا انوار احمد نظامی تھے۔ اخبار کے سلسلے میں ایک بار مولانا انوار نظامی کو جیل بھی جانا پڑا۔ لیکن جب چھوٹ کر باہر آئے تو فرمایا: ''اسی حوصلے کے ساتھ میرا اخبار جاری رہے گا۔'' (خطیب مشرق: حیات وخدمات، مطبوعہ الہ آباد، ص: ۱۱۰)

مولانا انوار نظامی کو حق گوئی کی سزا میں دو بار جیل جانا پڑا تھا، دوسری مرتبہ جب مولانا انوار احمد نظامی جیل میں تھے، تاجدار، بمبئی نے اپنی نوعیت کا تاریخی و تحقیقی ''قرآن نمبر'' شائع کیا تھا، اس نمبر میں مولانا انوار نظامی کا ایک مضمون شامل ہے۔ یہ نمبر ماہ رمضان میں شائع ہوا تھا۔ جیل میں مقید رہتے ہوئے بھی انھوں نے اپنے مخلص قارئین کو عید کی مبارک باد پیش کی تھی، مبارک بادی کی مختصر تحریر بطور حوالہ پیش خدمت ہے:

> ''میں اس وقت جیل کی سلاخوں میں ہوں، بہ ظاہر آپ سے دور، بہت دور، لیکن میری تمناؤں اور آرزوؤں کی دنیا آپ سے بہت قریب ہے، اگر چہ میرے بچے مجھ سے دور ہیں، مگر جیل کی چہار دیواری سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ بچوں سے آپ کی گود بھری ہے اور وہ آپ کی انگلیاں تھامے عید گاہ جا رہے ہیں۔ آپ کی خوشی میری خوشی ہے، میری مسرتوں کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کے ہاتھ میں ''قرآن وعید نمبر'' ہے ایسی مسرتیں آپ کو ہمیشہ مبارک ہوں۔'' **(اسیر زنداں:- انوار احمد نظامی)**
>
> (قرآن نمبر، ۳۰ر نومبر ۱۹۷۲ء، شمارہ ۲۶، ۲۷، ۲۸- ص: ۲۷)

احباب!! غور فرمائیں، ان جملوں میں نہ شکوہ ہے نہ شکایت، بس ایک سرد آہ ہے اور

خوشیوں کا اظہار، اپنے قارئین پر ایسا یقین شاید و باید ہی کہیں نظر آئے، یہ ایک مخلص مدیر کے دل کی آواز ہے۔ ذرا اس جملے پر توجہ فرمائیں، کس قدر اپنائیت اور اعتماد جھلکتا ہے اور دل کی دنیا کو موم بنا دیتا ہے: ''اگر چہ میرے بچے مجھ سے دور ہیں، مگر جیل کی چہار دیواری سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ بچوں سے آپ کی گود بھری ہے اور وہ آپ کی انگلیاں تھامے عید گاہ جا رہے ہیں۔'' ایسا بھروسہ کم از کم میں نے کہیں نہیں دیکھا، وہ بھی ایک مدیر کی زندگی میں۔ ورنہ صحافت جہاں ایک پیشہ بن چکی ہے وہیں یہ زعفرانی بھی ہو چکی ہے، خود غرضی، مفاد پرستی، صلاحیتوں کا ناجائز استعمال، وعدہ خلافی، فریب کاری کے جراثیم اس کی تہہ میں اتر چکے ہیں اور کاروباری دنیا اپنا اُلّو سیدھا کر رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ملک کا ثروت مند طبقہ صحافت پر اپنا شکنجہ مضبوط کرتا جا رہا ہے اور حکومتیں بھی ان کا ساتھ دے رہی ہیں، بلکہ یہی میڈیائی ادارے حکومت کی جان ثابت ہو رہے ہیں، خوب بکتے ہیں، اچھا کماتے ہیں۔

''قرآن نمبر'' کا ابتدائیہ غالباً مولانا کامل سہسرامی نے تحریر فرمایا ہے، یہ تحریر بھی مولانا انوار احمد نظامی کی بیجا گرفتاری کی درد بھری داستان ہے، ملاحظہ کریں:

### حق گوئی و بیباکی کی سزا—مولانا انوار احمد نظامی کی گرفتاری

نوکِ پیکانِ ستم، زیب گلو آج بھی ہے
کتنا ارزاں کسی انساں کا لہو آج بھی ہے

۱۸ر رمضان المبارک بروز جمعہ شام کو تقریباً سات بجے تاجدار کے مدیر مسئول مولانا انوار نظامی کو حکومت کے محافظین گرفتار کر کے حوالات میں لے گئے اور دوسرے دن نینی جیل بھیج دیا۔ مولانا انوار مجرم تھے اور ان کا جرم یہ ہے کہ وہ حق کے لیے جہاد کرتے ہیں، وہ حکومت کی غلط پالیسی پر نکتہ چینی کرتے ہیں، وہ نام نہاد جمہوریت کا پردہ چاک کرتے ہیں، وہ حکمرانوں کے سیاہ کارناموں کی نقاب کشائی کرتے ہیں، وہ اقلیتوں کی ترجمانی کرتے ہیں، وہ ملک کو صحیح جمہوریت کی راہ دکھاتے ہیں، وہ ظلم و ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ اس کے سوا انوار نظامی کا کوئی جرم نہیں کہ وہ دن کو دن، رات کو

رات کہتے ہیں، سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہتے ہیں، اس لیے ان کی اس دوسری گرفتاری پر نہ ہمیں کوئی صدمہ ہے، نہ غم، بلکہ ہم اس قید و بند کی آزمائش پر اپنے رب کا سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے ایک بھائی کو وہ سزا ملی جو بزرگان سلف کی سنت تھی۔ تاریخ کربلا سے لے کر امام ابو حنیفہ تک اور احمد بن حنبل سے لے کر مجدد الف ثانی تک سب ایک ہی سلسلے کی کڑی ہے۔ پس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تاجدار کا ایک فرد کم از کم ان بزرگوں کی صف نعال تک ضرور پہنچ گیا جن کے مظلوم زخموں نے انسانیت کی کہکشاں کو جمال دیا۔

اور جب ہم آزمائش دار و رسن کو اپنے بزرگوں کی سنت سمجھتے ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ تاجدار کی حق گوئی و بے باک پالیسی میں وقت کے کسی امتحان کو دخل اندازی کی اجازت دیں گے؟؟ امتحان اور آزمائش کی کوئی سختی ہمارے عزم و ارادے کی راہ میں حائل نہ ہوگی۔ تاجدار کی زبان سے حق کی جو آواز بلند ہو چکی ہے وہ اب کسی طرح دبنے والی نہیں۔ ہاں!! اگر آپ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، ملت نے منھ موڑ لیا اور احباب اہل سنت نے عدم توجہی کی تو پھر ہماری مظلومیت مجروح ہو جائے گی، حوصلے پست ہو جائیں گے اور عزم و ارادے کی ساری توانائی ختم ہو جائے گی، اس لیے آپ کے تعاون، ہمدردی اور اخلاص و محبت کی ضرورت ہے، اگر آپ کی محبتوں کا سایہ رہا تو وقت کی تیز دھوپ سے ہم مسکراتے گزر جائیں گے۔

راہ طلب کے دیوانے روکے سے کب رکتے ہیں
عزم محکم کے آگے کیا زنداں ، کیا زنجیر؟

معروف محقق و ناقد ڈاکٹر صابر سنبھلی نے ۲۰۰۵ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں منعقدہ یک روزہ میڈیا سمینار کے لیے ''ہفت روزہ تاجدار، بمبئی، تعارف و جائزہ'' کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا تھا، اس وقت ان کی وہ تحریر راقم کے سامنے ہے، آغاز تحریر میں لکھتے ہیں:

''عظیم مقرر و مصنف حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی نگرانی

میں ۱۹۷۲ء میں مہاراشٹر کی راجدھانی بمبئی سے ایک ہفتہ وار اخبار ''تاجدار'' جاری ہوا تھا۔ جو اگرچہ عوام کے ذہنوں پر اپنا تاثر چھوڑ گیا، مگر کم عمر پائی اور ایک سال میں ہی اس کی حیات کا چراغ گل ہوگیا۔ بند ہونے سے پہلے بھی اس پر حکومت کی نظر ٹیڑھی تھی، اس لیے اس کے مدیر کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔'' (ڈاکٹر صابر سنبھلی)

ڈاکٹر صاحب کی وضاحت کے مطابق تاجدار بمبئی کے کل ۳۹ شمارے ہی نکلے، جن میں دو خاص نمبر ''غریب نواز نمبر'' اور ''قرآن نمبر'' تھے، درود وسلام نمبر کا بھی اعلان ہوا تھا مگر شاید اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ اس کا ہر شمارہ جمعہ کو شائع ہوتا تھا۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی کے پاس اخبار کے ۲۱؍شمارے محفوظ ہیں، جسے انھوں نے مجلد کرواکے محفوظ کر رکھا ہے۔ اس کی مجلس ادارت میں بانی اخبار کے علاوہ تین حضرات اور تھے، مدیر اعلیٰ کامل سہسرامی، مدیر مسئول مولانا انوار احمد نظامی اور مدیر معاون ضیا جالوی۔ شمارہ ۳۱ بابت ۲۲؍دسمبر ۱۹۷۲ء سے کامل سہسرامی کے نام کی جگہ جناب طیش صدیقی کا نام آگیا۔ اخبار کے عام شمارے ۸ صفحات کے ہوتے تھے مگر ''غریب نواز نمبر'' میں ۱۲؍اور ''قرآن نمبر'' میں ۳۲ صفحات ہیں۔

مدیر اعلیٰ مولانا کامل سہسرامی ایک بلند پایہ عالم دین، بے مثال خطیب، کہنہ مشق قلم کار و صحافی تھے، ان کے طنزیہ مضامین میں مزاح کی چاشنی دلوں کو گدگداتی ہے، بہت گہری بات بھی اتنے سلجھے ہوئے پیرایے میں بیان کر دیتے ہیں کہ رشک آتا ہے۔ ان کی ولادت ۱۹۳۱ء میں سہسرام بہار میں ہوئی، یہ وہی شہر ہے جہاں ہندستان کے نامور افغانی حکمراں شیر شاہ سوری کا عظیم الشان مقبرہ ہے، جس کی بنیاد پر اسے تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ فرخند علی فرحت سہسرامی اپنے وقت کے مشہور عالم، شاعر اور منتظم تھے، انھوں نے سہسرام ہی میں دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے نام سے ایک دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا تھا۔ مولانا کامل سہسرامی والد ماجد کے وصال کے بعد اس دارالعلوم کے مہتمم اعلیٰ رہے اور اپنے عہد نظامت میں اسے عروج و ارتقا کی منزلوں سے ہمکنار کیا۔ مولانا کامل سہسرامی معروف استاذ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے اور ان کے احباب میں مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین

کچھوچھوی، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مولانا سید شاہ اسرار الحق اور علامہ مشتاق احمد نظامی علیہم الرحمہ کا نام آتا ہے۔آپ کی شخصیت کئی اعتبار سے امتیازی تھی، مولانا محمد میکائیل ضیائی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ کامل سہسرامی جہاں اپنے دور کے نہایت مقبول مقرر وخطیب تھے اور ہندستان کے چند مشاہیر خطبا میں شمار کیے جاتے تھے، وہیں ایک منجھے منجھائے ادیب، قلم کار اور صحافی بھی تھے۔اس زمانے کے رسائل واخبارات میں ان کے بیشتر مضامین شائع ہوتے رہتے تھے، بالخصوص حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہ نامہ ''پاسبان'' الہ آباد اور ہفت روزہ ''تاجدار'' بمبئی کے خصوصی کالم نگار، نیز ان کی مجلس ادارت میں شامل تھے، بلکہ ہفت روزہ ''تاجدار'' کے لیے حضرت علامہ نظامی صاحب کے پیہم اصرار پر آپ کافی دنوں تک الہ آباد میں مقیم بھی رہے۔'' (ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اپریل ۲۰۱۶ء، ص: ۳۷)

انھوں نے ماہ نامہ ''پاسبان'' میں مستقل کالم نگاری کی، ان کے مخصوص کالم کا نام ''نجد سے سہارن پور تک'' تھا، جس کا مجموعہ ۱۹۶۵ء میں اسی نام سے مکتبہ پاسبان الہ آباد کے زیر اہتمام شائع ہوا۔مولانا کامل سہسرامی اس کتاب کے ابتدائیہ میں تحریر کرتے ہیں:

''نہ جانے وہ کون سی ساعت تھی جب میں نے پاسبان کے لیے ''نجد سے سہارن پور تک'' کے نام سے پہلی مرتبہ مضمون بھیجا تھا۔مضمون کے جواب میں مولانا کا حکم نامہ ملا کہ یہ پاسبان کا مستقل عنوان بنالیا گیا ہے، اس کا نباہ تمھارے ذمہ ہے۔ ذہن وفکر کے کسی گوشے میں بھی اس بات کا وہم نہ تھا کہ میرے قلم کی یہ حماقتیں کسی وقت کتابی شکل اختیار کرسکتی ہیں، اس کی ذمہ داری اور جواب دہی سولہ آنہ علامہ مشتاق نظامی کے سر ہے۔'' (ص:۴)

بعد میں مولانا کامل سہسرامی ہفت روزہ ''تاجدار'' بمبئی کی مجلس ادارت سے بھی وابستہ ہوئے، انھی کی ادارت میں زیر نظر ''قرآن نمبر'' انتہائی آن بان شان کے ساتھ نکلا اور اس وقت

آپ کے مطالعے کی میز پر ہے، اس کے ہر صفحے میں مولانا کامل کی ادارتی کوششیں، صحافتی لہو اور علمی و قلمی توانائیاں محسوس کی جاسکتی ہیں۔ مولانا کامل سہسرامی اپنے خاص اسلوب نگارش کی بنیاد پر دور سے ہی پہچانے جاتے ہیں، جس کے مظاہر اس نمبر میں بھی نظر آتے ہیں۔ مولانا کامل ''تاجدار'' میں اپنا مخصوص کالم ''شرارے'' پابندی سے لکھا کرتے تھے جو نشیمن اخبار کے کالم ''تھپیڑا نجیں'' کے ہفوات وخرافات کے رد اور جواب پر مشتمل ہوتا تھا۔ اپنی حیات کے آخری دور میں مولانا کامل ماہ نامہ ''استقامت'' کان پور کی مجلس ادارت میں بھی شامل ہوئے اور ایک نئے کالم ''چل مرے خامے'' کا سلسلہ شروع کیا جو وہ ہر ماہ پابندی سے لکھا کرتے تھے، اس کے علاوہ بھی ایک ایک شمارے میں ان کے کئی کئی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ان کا وصال ۱۹۷۹ء میں ہوا اور علم وقلم کا یہ تاجدار اپنی یادگار ہم تک منتقل کر گیا۔ لیکن افسوس! ہم اسے سنبھال نہ سکے۔

معاون مدیر حضرت مولانا ضیا جالوی (وفات: ۲۰۰۵ء) ایک ممتاز ادیب وقلم کار تھے، انھوں نے صحافتی اصولوں پر کار بند رہتے ہوئے اردو خواں طبقے پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ ان کے متعلق خطیب مشرق علامہ نظامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> ''ضیا ایک کہنہ مشق ادیب اور صحافی ہیں، جو اپنے گوناگوں محاسن اور خوبیوں کے باوجود بہت ہی سادہ اور منکسر المزاج واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ اپنے اور بیگانے دونوں ہی میں ایک بڑے ہی ملنسار، خوش فہم اور بلند پرواز صحافی کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔''
>
> (ماہ نامہ ضیاے صابر، ممبئی: اپریل ۲۰۱۲ء، ص: ۳۸)

ضیاے ملت علیہ الرحمہ ۱۹۸۰ء میں ماہ نامہ ''پاسبان'' الٰہ آباد کی ادارت میں بھی شامل تھے۔ مولانا انوار احمد نظامی کے متعلق کوئی بھی معلومات راقم کے پاس نہیں ہے اس لیے ان کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے میں معذور ہوں۔

صرف اتنی سی بات بزرگ قلم کار ومصنف حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی دام ظلہ کے حوالے سے لکھ رہا ہوں کہ مولانا انوار احمد نظامی علامہ مشتاق احمد نظامی کے بہت ہی لائق شاگرد تھے، ان کے تقریری پروگرامات میں بھی دخیل رہا کرتے تھے۔ جب دار العلوم غریب نواز، الٰہ

آباد علامہ نے قائم کیا تو آپ ہی اس کے ناظم و مہتمم تھے، غالباً گھریلو ذمہ داریاں بھی آپ ہی کے سر تھیں۔ ابتدائی دور کے بعد ماہ نامہ ''پاسبان'' کے بھی آپ ہی سب کچھ تھے، اگر چہ مدیران اس کے بھی بدلتے رہے، علاوہ ازیں مکتبہ پاسبان بھی آپ کی نگرانی میں چلتا رہا، جس سے خصوصاً علامہ نظامی کی کتابیں شائع ہوتی رہیں، دیگر علما کی بھی کتابیں شائع ہوئیں۔

''تاجدار'' بمبئی کے تو آپ اصلاً مدیر تھے ہی، جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے خلاف اخبار میں تحریریں اور بیانات چھپنے کی بنا پر گرفتار بھی آپ ہی کو کیا گیا تھا۔

تاجدار، بمبئی میں حالات حاضرہ پر اہم مواد اور خبریں ہوا کرتی تھیں، ایسی خبریں بھی ہوتی تھیں جن کو کسی خاص ازم کے حامل اخبار عموماً نظر انداز کر جاتے تھے، سیاسی تبصرے بھی بڑے جاندار ہوتے تھے، دینی موضوعات پر بھی مضامین اور مراسلے شائع ہوتے تھے۔ پہلے صفحے پر اخبار کے نام کے اوپر یہ شعر درج ہوتا تھا:

خزاں کی رات ہے صبح بہار پیدا کر
نظام حق کے لیے تاجدار پیدا کر

تیسرے صفحے کے پہلے کالم میں اداریہ ہوتا تھا، جس پر مولانا حسنؔ بریلوی علیہ الرحمہ کا مشہورِ زمانہ یہ جامع المعنیٰ شعر درج ہوتا تھا:

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

صفحہ ۳ پر ''شرارے'' کے عنوان سے وہی مستقل کالم ہوا کرتا تھا جو نشیمن بنگلور کے کالم ''تھپڑاخیس'' کا پوسٹ مارٹم کرتا تھا، ایک دوسرا کالم ''اندھیرے سے اجالے تک'' مولانا انوار احمد نظامی کا ہوتا تھا، جسے وقتاً فوقتاً وہ لکھا کرتے تھے، یہ ہر شمارے میں نہیں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی کے پاس دستیاب شماروں میں صرف ۴؍اگست اور ۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۲ء میں ہی ہے۔ اخبار میں شعری حصہ بھی ہوتا تھا۔ ۶؍مئی ۱۹۷۲ء کو مبارک پور اشرفیہ میں ہونے والی تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ ہفت روزہ ''تاجدار'' بمبئی نے ۱۲؍مئی ۱۹۷۲ء کے شمارے میں نمایاں طور پر شائع کی تھی جس میں حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ مارہروی اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما

الرحمہ بہ طور خاص شریک ہوئے تھے- تاجدار کی شرح خریداری سالانہ سولہ روپے، ششماہی آٹھ روپے، اور فی کاپی قیمت تیس پیسے تھی اور غیر ممالک سے سالانہ قیمت بیس روپے اور ششماہی دس روپے متعین تھے۔ اس اخبار نے میدانِ صحافت میں اپنے قدم مضبوط کیے تھے لیکن کئی مہینوں کی مسلسل اشاعت کے بعد ناگزیر وجوہات کی بنیاد پر ''تاجدار'' بند ہو گیا لیکن مذہبی حلقوں میں اس کی یادیں تادیر باقی رہیں گی۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی لکھتے ہیں:

> ''اس کے بند ہونے کی جو بھی وجہ رہی ہو اس وقت تو یہی شہرت تھی کہ حکومت نے بند کر دیا، افسوس کہ پورے ایک سال کا سفر بھی طے نہیں کر پایا۔ ۵؍مئی ۱۹۷۲ء (یہ تاریخ از روئے حساب ہے-) کو شروع ہوا اور ۲۳؍فروری ۱۹۷۳ء کو بند ہو گیا۔ حلقہ نظامی کی یہ صحافتی خدمت قابل تعریف ہے-''

ڈاکٹر ماجد قاضی نے پی ایچ ڈی کے اپنے تحقیقی مقالے ''ممبئی کے اردو اخبارات'' میں اس ہفت روزہ اخبار کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً انھیں اس کی کوئی کاپی کسی لائبریری میں دست یاب نہ ہو سکی؟ لیکن ہم بھی کچھ کم قصوروار نہیں ہیں کہ اس کی کاپیاں اپنی کسی لائبریری میں محفوظ نہ رکھ سکے اور یہ اہم اخبار تاریخی و تحقیقی کتابوں میں اپنی موجودگی درج نہ کرا سکا-

## تاجدار، بمبئی کے بانی علامہ نظامی

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے تلمیذ ارشد پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ سنی تبلیغی جماعت کے مؤسس ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۵؍اگست ۱۹۲۹ء کو موضع سرائے غنی قصبہ پھول پور ضلع الہ آباد میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، متوسطات تک کتابیں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں پڑھیں اور درس نظامیہ کی تکمیل جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں کی۔ ۱۹۴۷ء میں دستار فضیلت اور سند فراغت سے سرفراز ہوئے-

آپ کے اساتذہ میں حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ، شمس العلماء مفتی نظام الدین الہ آبادی، مفتی عبد الرب مراد آبادی ازہری، مفتی سید عبد القدوس بھدرکی، مولانا محمد عمر الہ آبادی اور مولانا حکیم محمد احسن بہاری کے اسما سرفہرست ہیں۔ حضور مجاہد ملت کو آپ کی تعلیم و تربیت کا اتنا شوق تھا کہ آپ کو بعد نماز تہجد بھی پڑھاتے تھے۔ دورانِ تعلیم عالم، منشی، فاضل ادب، کامل کے امتحانات

میں بھی فرسٹ ڈویژن حاصل کیا، آپ نے طب کی تعلیم بھی حاصل کی، مولانا حکیم احسن بہاری سے موجز قانونچہ، شرح اسباب وغیرہ کتابیں پڑھیں اور علوم عقلیہ وشرعیہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ کی تدریسی زندگی سے متعلق مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

''مولانا مشتاق احمد نظامی ۱۹۴۶ء میں فراغت سے ایک سال پہلے ہی الہ آباد کی قدیم درس گاہ مدرسہ مصباح العلوم میں مدرس مقرر ہوئے، مولوی، عالم وغیرہ کی اعلیٰ کتابیں مولانا مشتاق احمد نظامی کے زیر درس رہیں۔ الہ آباد کی مرکزی درس گاہ جامعہ حبیبیہ میں آپ نے ایک سال کے لگ بھگ تدریسی خدمات انجام دیں، کتابوں کے اسباق زیادہ ہونے کے سبب مدرسہ میں طلبہ رہ جاتے تھے تو مولانا مشتاق احمد نظامی رضوی اپنے دولت کدے پر طلبہ کو درس دیتے تھے۔ کچھ عرصے کے لیے مدرسہ عالیہ فاروقیہ بنارس میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے، چند مہینوں کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے اصرار پر مولانا مشتاق احمد نظامی نے مدرسہ سبحانیہ کی مسند درس وتدریس کو زینت بخشی اور تین برس سے زیادہ تدریسی خدمات انجام دیں۔''

(مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۱۹۹۰ء ص: ۵۷۴)

اس کے بعد آپ نے دارالعلوم غریب نواز الہ آباد خود قائم فرمایا۔ آپ حضرت مفتیِ اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ اور مولانا صوفی عین الہدیٰ گیاوی اور حضور مجاہد ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کے صحبت وفیض یافتہ تھے۔ بہ قول مفتی محمود احمد قادری: ''آپ حضور مجاہد ملت سے بھی بیعت تھے۔''

(تذکرۂ علمائے اہل سنت، سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۴۰)

ترک ملازمت کے بعد دعوت وتبلیغ کے مختلف میدانوں میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے لیے آپ نے تحریر وتقریر کا سہارا لیا اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں وعظ وتبلیغ کے لیے مدعو کیے جانے لگے۔ مفتی محمود احمد قادری لکھتے ہیں:

''آپ کو درس نظامی کے جملہ علوم وفنون میں پوری بصیرت حاصل ہے،

پورے ہندوستان میں آپ کی خطابت کا غلغلہ ہے۔ بڑے بڑے جلسوں کی
کامیابی آپ کی شرکت پر منحصر ہوتی ہے، بفضلہٖ تعالیٰ خوب قبول عام پایا ہے،
آپ کے اوصاف میں بزرگوں سے حسن عقیدت نمایاں وصف ہے۔''

ہندستان کے گوشے گوشے میں پاسبان ملت علامہ نظامی کی تقریریں ہوتی تھیں۔ ساتھ ہی آپ میدانِ مناظرہ کے عظیم شہ سوار تھے۔ مناظرۂ گونڈہ، بھن گاؤں، ناگ پور، جھریا، بجر ڈیہہ، بھیونڈی میں آپ کی شرکت رہی۔ بھیونڈی کے مناظرے میں ایک موقع پر ایسا نکتہ پیدا کیا تھا کہ حضرت مجاہد ملت نے فرمایا: ''اگر مجھے وسعت ہوتی تو تم کو روپیوں سے تول دیتا۔''

جب حضرت مجاہد ملت نے تبلیغ سیرت قائم کی تو آپ اس کے جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے۔ تو آپ نے اس کے لیے جو بے مثال قربانیاں پیش کیں وہ فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ جب آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ قائم ہوا تو آپ کو اس کا آرگنائزر سکریٹری چنا گیا۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے ایک عرصے تک جنرل سکریٹری رہے اور ایک مدت تک صدر بھی۔ ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر کے اولین مؤسس میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ جس کے اولین قاضی مولانا مفتی محمد اشرف رضا مصباحی قرار پائے اور آج تک وہ اس ذمے داری کو نبھا رہے ہیں۔

علامہ نظامی نے مطبع کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے الہ آباد میں تاجدار پریس بھی قائم کیا تھا، جہاں سے ان کی اور دوسرے علما کی کتابیں طبع ہوتی تھیں، بعد میں یہ پریس بند ہو گیا۔

خطابت، مناظرہ، صحافت، نظامت کے ساتھ ادب اور تحریر وقلم، تصنیف وتحقیق سے آپ کو اچھا لگاؤ تھا۔ آپ کی تصانیف میں ''خون کے آنسو''، جماعت مودودی کا شیش محل، انکشافات، ہند کے راجہ، مجرم کون ہے؟، کربلا کا مسافر، دین دار کے بے نقاب چہرے، نسیم رحمت، فردوس ادب، مینارۂ ہدایت، تنویر الایمان، قہر آسمانی بر فتنۂ پالن حقانی، وہابی دیوبندی کی پہچان، تبلیغی جماعت کے ڈھول کا پول، خطبات نظامی، دیوبند کی خانہ تلاشی، 'دیوبندی بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں' اور ''آقاے کائنات قرآنی آیات میں'' وغیرہ کا نام آتا ہے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے ماہ نامہ ''پاسبان'' جاری کیا، کچھ دنوں تک اس کا آفس بمبئی میں رہا۔ اس کے کئی خصوصی نمبرات بھی شائع ہوئے اور کافی مشہور ہوئے۔ جن میں مجدد اعظم نمبر، محدث اعظم نمبر، مناظرِ اعظمِ ہند

نمبر اور عقائد نمبر قابل ذکر ہیں۔ ''پاسبان ملت'' اور ''خطیب مشرق'' یہ دونوں القابات آپ کے نام کی طرح شہرت یافتہ ہیں۔ ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۰ء بروز دوشنبہ آپ کا وصال ہوا۔ حسب وصیت دار العلوم غریب نواز کے ایک روم میں مدفون ہوئے۔

جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی اور بد مذہبوں کے رد وابطال میں آپ کے زریں کارنامے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے اپنی تحریر وقلم اور زبان وبیان کے ذریعے گستاخان رسول کی نقاب کشائی اور دین فروشوں کا سخت علمی اور دینی محاسبہ فرمایا۔ اپنوں کی سرد مہری پر بھی سخت نالاں تھے۔ وہ کبھی بھی دفاعی جنگ لڑنے پر آمادہ نہ تھے اور اس کے لیے ہر ممکن طریقۂ کار استعمال فرماتے تھے اور کسی طرح کی رورعایت کے قائل نہ تھے۔ ذرا تحریر کا یہ تیور ملاحظہ فرمائیں، اپنی مشہور زمانہ کتاب ''خون کے آنسو'' حصہ دوم میں رقم طراز ہیں:

''کاش! اب بھی ہماری جماعت کے بعض وہ افراد جو ردِ وہابیہ سے گریز کرتے ہیں یا تردیدی تقریر وتحریر سے چیں بہ جبیں ہوتے ہیں وہ ٹھنڈے دل سے غور کرتے کہ وہ اپنی اس روش میں کس حد تک حق بہ جانب ہیں۔ ہمارے مخالف کیمپ سے ہر وقت ایٹمی دھماکے کی آواز آرہی ہے اور آپ ہمیں ترکش تک سنبھالنے کی اجازت نہیں دیتے۔ واضح رہے کہ جس طرح ایک ملک میں سپاہیوں اور فوجی دستوں کا جال بچھا رہتا ہے جس کا کام یہ ہے کہ ملک کے داخلی اور خارجی حملوں کی روک تھام کرے تاکہ ملک کے نظام عمل میں کوئی رخنہ واقع نہ ہوسکے۔ ایسے ہی ایک جماعت کو بھی ایسے افراد کی ضرورت پڑتی ہے جو جماعت کے داخلی یا خارجی فتنوں کی مدافعت کے لیے ہمہ وقت سینہ سپر رہیں ورنہ ایسی جماعت ہواؤں کے دوش پر ہوتی ہے نہ تو وہ داخلی فتنوں کا سد باب کرسکتی ہے اور نہ ہی خارجی حملے کی تاب لاسکتی ہے۔ اگر ملک کا تاجر طبقہ فوجیوں کے دوش بدوش نہیں کھڑا ہوتا تو کم از کم ان کی عمدہ کارگزاریوں کی تحسین ضرور کرتا ہے ورنہ وہ ملک کا باغی قرار پاتا ہے۔ ایسے ہی جماعت کا وہ طبقہ جو مخالف گروہ سے ٹکر نہیں لیتا تو کم از کم اسے زبان وقلم کی جنگ کرنے

والوں کے خلاف زہر بھی نہیں اگلنا چاہیے ورنہ میرے خیال میں ایسے لوگ کھلے ہوئے دشمنوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور زہر ہلاہل ہیں۔ نہ جانے یہ مارآستین کب اور کہاں ڈس لے گا۔''

(خون کے آنسو، مکمل، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۸ء، ص:۲۷۸-۲۷۹)

قارئین غور فرمائیں کہ مذکورہ اقتباس کا ایک ایک جملہ درد و سوز میں ڈوبا ہوا سراپا درس عبرت بنا ہم سے کس پیغام پر عمل کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔ خون کے آنسو حصہ اول و دوم علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کا قلمی شاہ کار ہے اور بد مذہبوں کے لیے شمشیر بے نیام۔ اس کتاب کے حصہ اول کو جب حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ملاحظہ فرمایا تو کہا:

''مشتاق نے اس کتاب کی ترتیب میں بڑی محنت اور کاوش کی ہے۔ اور انتہائی مسرت وشادمانی کی حالت میں مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اس کو خون کے آنسو کہا جائے یا خوشی کے آنسو'' اس کے بعد اپنی جیب خاص سے ۲۵؍روپے حصہ دوم کی اشاعت کے لیے عطا فرمائے۔ اور حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی کے یہ قول: ''مولانا (مشتاق نظامی) کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے پوری دیوبندیت کی برہنہ تصور ایک جگہ رکھ دی ہے۔''

(خوشی کے آنسو: مرتبہ: عبدالرشید ارشد نظامی، ضمیمہ، خون کے آنسو، ممبئی، ص:۳۱۴)

پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے کارناموں میں ایک نمایاں خدمت ''سنی تبلیغی جماعت'' کا نام جلی حرفوں میں آتا ہے۔ تبلیغی جماعت کی ریشہ دوانیوں اور داخلی پالیسیوں میں پھنس کر رہ گئے سادہ لوح عوام اہل سنت کو قعر مذلت سے نکالنے اور انھیں صحیح عقیدہ، صحیح دینی شعور اور شفاف طریقۂ کار دینے کی غرض سے مارچ ۱۹۶۸ء میں آپ نے اس جماعت کو قائم فرمایا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں اس کی شاخیں قائم کیں۔ بھیونڈی، ممبئی، راجستھان میں ناگور، شیرانی آباد، الہ آباد وغیرہ میں اس کی تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں۔ الہ آباد کے علاوہ بھیونڈی اور ناگور اس کے خاص مراکز میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں حد درجہ کوشش کے باوجود کوئی قابل قدر تحقیق نہ مل سکی، البتہ پٹنہ سے محبّ گرامی ڈاکٹر امجد رضا امجد نے مولانا ناصر انجم مصباحی کی ایک کتاب ''خطیب مشرق، حیات

وخدمات'' (مطبوعہ دار المصنفین دار العلوم غریب نواز الہ آباد) کا نام بتایا لیکن وہ یہاں دست یاب نہ تھی، فون ہی پر کچھ تفصیلات معلوم ہوئیں، وہ حاضر خدمت ہیں:

''خطیب مشرق نے مارچ ۱۹۶۸ء سے مذکورہ جماعت کے کام کا آغاز کیا۔ مرکزی دفتر غریب نواز الہ آباد میں قائم ہوا۔ اسی کے زیر اہتمام ماہ نامہ پاسبان الہ آباد جاری ہوا، پاسبان ملت کا کہنا تھا کہ: ''سنی تبلیغی جماعت اور رضا لائبریری میرا آخری مشن ہوگا۔'' جب ممبئی میں اس کی شاخ قائم ہوئی تو انور علی صاحب انصاری اس کے سکریٹری نامزد کیے گئے اور الحاج محمد سعید رضوی وغیرہ کی معاونت سے جماعت کا کام آگے بڑھا، ممبئی کے ساتھ بھیونڈی میں اس جماعت کی تبلیغی سرگرمیاں کافی عروج پر رہیں۔''

(مولانا ناصر انجم، خطیبِ مشرق، الہ آباد، ص:۱۵۶)

خطیبِ مشرق علامہ نظامی صاحب کی دوسری سوانح حیات ڈاکٹر حسن رضا، پی ایچ ڈی (پٹنہ) نے ''پاسبان ملت'' کے نام سے لکھ کر شائع کی۔ فی الحال سرزمین ممبئی میں مولانا الحاج سید سراج اظہر رضوی سنی تبلیغی جماعت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔ ہفتہ واری اجتماع بھی ہوتا ہے اور دینی مجالس کا انعقاد بھی۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر مفید اور قابل مطالعہ کتابیں، پمفلٹ اور پوسٹرس بھی تنظیم کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔ مولانا سید اولاد رسول قدسی مصباحی کی کتاب ''حضور مجاہد ملت کا گوشۂ حیات'' ۲۰۰۰ء میں ۶۴ صفحات پر مشتمل یہیں سے شائع کی گئی تھی۔ یہ کتاب میری نگاہ سے گزر چکی ہے۔

## تاجدار، بمبئی کا قرآن نمبر

تاجدار بمبئی کا قرآن نمبر بزرگ محقق و شاعر، مشفق گرامی ڈاکٹر صابر سنبھلی زید مجدہ نے اپنی ذاتی لائبریری سے عنایت کیا ہے، آپ تحقیق و تنقید کے آدمی ہیں، تاریخی مواد کے شائق رہتے ہیں، انھوں نے تاجدار، بمبئی کے اکیس شماروں کی جلد بنوا کر محفوظ کر لیا تھا، جب ان کا متذکرہ مضمون راقم نے پڑھا اور اس میں قرآن نمبر کا پتہ چلا تو خیال آیا کہ اتنے اہم تاریخی نمبر کی باز اشاعت یقیناً قرآن مجید کے شائقین کے لیے نوید جاں فزا ثابت ہوگی اور علم دوست قارئین

اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر قبول کریں گے- یہ سوچ کر انھیں ٹیلیفون کیا اور اپنی ضرورت بتائی، انھوں نے تلاش کر کے بھیجنے کا وعدہ کیا تو دوبارہ انھیں وعدہ یاد دلانے کی حاجت نہیں پڑی اور اس تاریخی نمبر کی بڑی سائز میں زیروکس کاپی کا ملفوف رجسٹرڈ ڈاک سے ہمیں موصول ہوگیا۔ حالاں کہ ڈاکٹر صاحب کافی عمر دراز ہیں، لیکن انسانیت اور کرم نوازی کے لحاظ سے بالکل جوان ہیں اور راقم کی علمی و قلمی مصروفیات کی سراہنا کرتے رہتے ہیں-

قرآن نمبر کو جب میں نے بغور پڑھا تو تاریخی و تحقیقی معلومات کا خزانہ نکلا، ایسے ایسے جید قلم کاروں کے مضامین اور شعرا کا کلام موجود ہے جن کا تبحر علمی مسلم ہے، خود مدیر ''تاجدار'' حضرت مولانا محمد میاں کامل سہسرامی کے کئی مضامین اس نمبر کی زینت ہیں، ان مضامین کا موضوعاتی تنوع خاصا اہم ہے-

یہ حقیقت ہمیں تسلیم کرنی چاہیے کہ بیسویں اور اکیسویں صدی عیسوی میں قرآن مجید کے ہمہ رنگ حقائق و معارف کی تلاش و تحقیق پر جتنا کام ہونا چاہیے تھا، نہیں ہوا۔ مجدد اعظم، فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے ترجمہ قرآن ''کنز الایمان''، تفسیر قرآن اور اصول تفسیر پر چند کاموں کے علاوہ قرآن مجید پر ہمارا کام بڑا مختصر اور قابل توجہ ہے-

تراجم و تفاسیر قرآن کے علاوہ علوم قرآن پر بیسویں اور اکیسویں صدی کے علماے اہل سنت نے جو تحریری و تحقیقی سرمایہ چھوڑا ہے، اس کی ایک نامکمل فہرست ملاحظہ کرلیں:

(۱)- احسن البیان فی مقدمۃ القرآن، علامہ فیض احمد اویسی، پاکستان، ۱۹۷۰ء

(۲)- اعجاز القرآن، مولانا نور بخش توکلی، لاہور، ۱۳۳۸ھ

(۳)- انوار الحکم فی میعاد استجب لکم، امام احمد رضا قادری، ۱۳۰۹ھ

(۴)- انوار السبحان فی ابحاث القرآن، مفتی سیف اللہ ہزاروی، ۱۹۷۷ء

(۵)- انوار القرآن، مولانا عبد الغفور ہزاروی، غیر مطبوعہ

(۶)- البرھان فی احکام القرآن، مولانا حبیب الرحیم فاروقی، غیر مطبوعہ

(۷)- البیان فی علوم القرآن، مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی، دہلی، ۱۳۲۵ھ

(۸)- تحقیق حواشی معالم التنزیل، مولانا محمد صدیق ہزاروی، لاہور، ۱۹۸۲ء

(۹)-تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ، مولانا قاری رضاء المصطفیٰ قادری، کراچی

(۱۰)-تشریح القرآن، مولانا سلیم الدین تسلیم جے پوری، غیر مطبوعہ

(۱۱)- حاشیۃ الاتقان فی علوم القرآن، امام احمد رضا قادری، غیر مطبوعہ

(۱۲)- حاشیہ تفسیر بیضاوی، امام احمد رضا قادری، غیر مطبوعہ

(۱۳)- حاشیہ تفسیر خازن، امام احمد رضا قادری، غیر مطبوعہ

(۱۴)- حاشیہ تفسیر معالم التنزیل، امام احمد رضا قادری، غیر مطبوعہ

(۱۵)- حاشیہ تفسیر درمنثور، امام احمد رضا قادری، غیر مطبوعہ

(۱۶)- حاشیہ عنایت القاضی، امام احمد رضا قادری، غیر مطبوعہ

(۱۷)- حاشیہ تفسیر بیضاوی، مولانا قاضی عبد السبحان ہزاروی، غیر مطبوعہ

(۱۸)- حاشیہ تفسیر بیضاوی، مولانا عبد الحکیم لکھنوی، غیر مطبوعہ

(۱۹)- حاشیہ مدارک التنزیل، مولانا شائستہ گل، مفتی اعظم سرحد

(۲۰)- حواشی جلالین شریف، مولانا وصی احمد محدث سورتی، غیر مطبوعہ

(۲۱)- خلاصۃ التفاسیر، مفتی محمد خلیل خان برکاتی، حیدرآباد، ۱۳۸۵ھ

(۲۲)- درس قرآن، مفتی غلام سرور قادری، غیر مطبوعہ

(۲۳)- رسالہ اسباب النزول، امام احمد رضا قادری لکھنؤ

(۲۴)- زاد الآخرۃ، مولانا عبد السلام بدایونی، منشی نول کشور لکھنؤ، ۱۲۴۴ھ

(۲۵)- زبدۃ التفاسیر والتذکیر، مولانا جان محمد لاہوری

(۲۶)- زلالین حاشیہ جلالین، مولانا ریاست علی خان، بمبئی

(۲۷)- الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ، امام احمد رضا قادری

(۲۸)- الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام، امام احمد رضا قادری، ۱۳۱۵ھ

(۲۹)- الصمصام فی اصول تفسیر القرآن، مولانا عبد العزیز فرھاروی، ملتان

(۳۰)- علم القرآن، مفتی احمد یار خان نعیمی، لاہور، ۱۳۷۱ھ

(۳۱)- علوم القرآن، مولانا سید شریف احمد نوشاہی، ۱۳۶۴ھ

(۳۲)-فوائد تفسیر عزیزیہ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، حیدر آباد

(۳۳)-فیض الکریم، مولانا محمد وہاج الدین کاکوروی، لاہور

(۳۴)-کاشف المعانی، مولانا محمد عبد اللطیف نظامی، پشاور، ۱۳۷۹ھ

(۳۵)-اصول ترجمہ قرآن کریم، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، لاہور

(۳۶)-لباب التنزیل فی حل مشکلات القرآن، مولانا ریاست علی خان

(۳۷)-لغات القرآن، مولانا محمد حسن فاروقی

(۳۸)-لوح محفوظ، عربی، مولانا عبد العزیز پرہاروی

(۳۹)-مضامین القرآن، مولانا شائستہ گل، مفتی اعظم سرحد

(۴۰)-مطالب القرآن، مولانا شائستہ گل، مفتی اعظم سرحد

(۴۱)-معارف القرآن، مفتی جلال الدین امجدی، ۱۳۸۰ھ

(۴۲)-مقدمۃ التفسیر، مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی

(۴۳)-مقدمہ تفسیر رضوی، عربی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، اوکاڑہ، ۱۳۸۱ھ

(۴۴)-مقدمہ تفسیر روح الایمان، مولانا فتح الدین اذبر، امرتسر، ۱۳۴۰ھ

(۴۵)-مقدمہ تفسیر القرآن، علامہ نور بخش توکلی، غیر مطبوعہ

(۴۶)-نظم البیان فی مطالب القرآن، مولانا شمس الہند ایزدی، لاہور

(۴۷)-نعم التقریر علیٰ معالم التنزیل، مولانا علی احمد سندھی، ۱۳۸۷ھ

(۴۸)-نوادر البیان فی علم القرآن، مفتی محمد سعد اللہ

(۴۹)-نور العینین فی تفسیر ذی القرنین، مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری

(۵۰)-الجام الصاد عن سنن الضاد، امام احمد رضا قادری، ۱۳۱۷ھ

(۵۱)-جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن، امام احمد رضا قادری، ۱۳۲۱ھ

(۵۲)-جمال القرآن، مولانا عبد اللطیف خان مہروی

(۵۳)-نعم الزاد لروم الضاد، امام احمد رضا قادری، ۱۳۱۵ھ

(۵۴)-درس قرآن، مفتی احمد یار خان نعیمی

(۵۵)-عجائب القرآن، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، دہلی

(۵۶)-غرائب القرآن، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، لاہور

(۵۷)-مسائل القرآن، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ممبئی

(۵۸)-قرآنی تعلیمات، مفتی عبدالواجد قادری، بہار

(۵۹)-تدوین قرآن، متفرق مضامین، مفتی قدرت اللہ رضوی

(۶۰)-تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، محمد آباد گوہنہ، ۱۹۸۱ء

(۶۱)-رسم قرآنی، مولانا محمد احمد مصباحی، مبارکپور، اعظم گڑھ

(۶۲)-فضائل قرآن، مولانا افتخار احمد قادری، مبارک پور، جون ۱۹۸۱ء

(۶۳)-فیضان قرآن، مولانا عبدالمبین نعمانی، مطبوعہ کلکتہ

(۶۴)-تلخیص الاتقان فی علوم القرآن، مولانا عارف اللہ فیضی، مبارکپور

(۶۵)-ترجمہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مبارکپور

(۶۶)-معارف التنزیل شرح مدارک التنزیل، علامہ عبداللہ خان عزیزی، ۲۰۰۴ء

(۶۷)-مواھب الجلیل لتجلیۃ مدارک التنزیل، مولانا محمد احمد مصباحی، ۱۴۲۹ھ

(۶۸)-خلاصۂ مضامین قرآن، مولانا افروز قادری چریا کوٹی، ناسک، مہاراشٹر

(۶۹)-قرآنی تراجم اور کنز الایمان، علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی

(۷۰)-دفاع کنز الایمان، علامہ محمد اختر رضا ازہری، بریلی شریف

(۷۱)-تبصرۃ الاعمیٰ فی التفرقۃ بین الضاد والظاء، سید محمد فدا عبدالکریم غزنوی، دہلی

(۷۲)-زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن، ترجمہ: علامہ غلام نصیر چشتی گولڑوی

(۷۳)-حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن، مفتی اسماعیل نورانی، پاکستان

(۷۴)-معارف قرآن وحدیث، مولانا محمد ناصر خان چشتی، کراچی

(۷۵)-برکات القرآن ترجمہ مدارک التنزیل، علامہ محمد واحد بخش غوثوی، لاہور

(۷۶)-توضیح البیان، علامہ غلام رسول سعیدی، لاہور، جنوری ۱۹۷۹ء

(۷۷)-یاایھا الذین آمنوا، علامہ سید سعادت علی قادری، دہلی، ۲۰۰۶ء

(۷۸)-علوم القرآن، امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۱۰ء

(۷۹)-انوار المنان فی توحید القرآن، علامہ محمد اختر رضا ازہری

(۸۰)-اسمائے سورہ فاتحہ کی وجہ تسمیہ، علامہ محمد اختر رضا ازہری

(۸۱)-قرآن اور حاملین قرآن، مفتی غلام حسن قادری، لاہور، ستمبر ۲۰۰۶ء

(۸۲)-مفہوم قرآن بدلنے کی واردات، علامہ محمد اشرف جلالی، لاہور

(۸۳)-قرآن کریم اور سوعقائد، مولانا محمد شہزاد ترابی، لاہور، ۲۰۱۰ء

(۸۴)-احکام القرآن، مولانا جلال الدین قادری، لاہور

(۸۴)-نزول قرآن کے مقاصد، مولانا محمد شاکر نوری، ممبئی، غیر مطبوعہ

(۸۵)-معارفِ علوم تفسیر، مولانا محمد ارشاد نجمی ازہری، ممبئی، غیر مطبوعہ

کسی جریدے کے خاص نمبر کی شکل میں ''مجلّہ جمال کرم'' لاہور کا ''تفسیر ضیاء القرآن نمبر'' شمارہ ۴۱، ماہ نامہ شمس الاسلام، بھیرہ کا ''قرآن نمبر'' اور تاجدار، بمبئی کا ''قرآن نمبر'' قابل ذکر ہے- زیر نظر ''قرآن نمبر'' میں مولانا کامل سہسرامی کے اداریہ کے علاوہ بیس مضامین ومقالات، بقیہ منظومات ہیں، مضامین اور نظمیں سب اعلیٰ درجے کی ہیں اور انتہائی وقیع بھی-

محبّ گرامی مولانا ارشاد احمد برکاتی نے کمپوزنگ کا کام بڑی ذمے داری سے انجام دیا، منظومات کی سیٹنگ محقق و شاعر ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، مالیگانوی نے کی، ممتاز مصنف و بزرگ قلم کار حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی اور رفیق گرامی مولانا مظہر حسین علیمی نے پوری دیانت داری کے ساتھ تصحیح کا فریضہ نبھایا، مولانا عبدالکریم نجمی اور جامعہ غوثیہ، ممبئی کے چند باذوق طلبہ نے تخریج میں تعاون کیا- ان سب کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں-

باذوق قارئین سے التماس ہے کہ اس نمبر کو اپنے گہرے مطالعے کا حصہ بنائیں، بانیِ تاجدار و مدیرانِ گرامی کی عظمتوں کو خراج تحسین پیش کریں اور اس علمی و تحقیقی ورثہ کی حفاظت کریں، اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین-

**توفیق احسن برکاتی ممبئی** (۸ر فروری، ۲۰۱۷ء، بروز چہار شنبہ)

●●

# اداریہ

تمام تعریف، ساری بڑائی، ہر قسم کے حمد کی مستحق وہی ذات واحد ہے جس نے انسانوں کی سرمدی ہدایتوں اور کامل و اکمل رہنمائی کے لیے قرآن حکیم نازل فرمایا اور ہزاروں درود اور ہزاروں سلام، لامحدود عقیدتیں قربان ہوں اس ذات گرامی پر جو قرآن حکیم کی عملی تفسیر اور زندۂ جاوید تشریح بن کر تشریف لائی۔ "قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ" (سورہ مائدہ: ۵ - آیت: ۱۵) بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ خدا کی دو نعمتیں: ایک دستور ایک تفسیر دستور، ایک قانون ایک شرح قانون اور یہی دونوں پوری کائنات کی سعادت مندیوں، فیروز بختیوں کی حقیقی ضمانت، جو کل بھی ضمانت تھی آج بھی ضمانت ہے اور صبح قیامت تک ضمانت رہے گی۔

قرآن حکیم ایک دستور حیات، ایک ضابطۂ زندگی، ایک قانون حکومت، ایک دستور مملکت، ایسا دستور جس میں اقتصادیات کا حل بھی ہے، سیاسیات کی عقدہ کشائی بھی ہے، معاشیات کا سلجھاؤ بھی ہے، عمرانیات کی تفصیل بھی ہے، اجتماعی زندگی کے طریقے بھی ہیں اور انفرادی زندگی کی تعلیم بھی، حاکموں کی ذمہ داریاں بھی ہیں اور عوام کے فرائض بھی، فتح و نصرت کی کلید بھی ہے اور اقبال مندی کی ضرورت بھی، حکومت و فرماں روائی بھی ہے، وعدۂ تختِ شاہی بھی ہے، طرز عبودیت بھی ہے عبادت و بندگی بھی۔ اور مختصر یہ کہ اس مقدس صحیفۂ ربانی میں انسانی ہدایتوں اور سعادتوں کے لازوال راز پنہاں ہیں۔ پھر یہ اصول محض کتابی نہیں، لفظوں کی حسین تعبیر نہیں، وعدوں کا تصوراتی تاج محل نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔

یہی قرآن مجید جس نے حقائق دنیا میں وہ انقلاب عظیم برپا کیا جس پر کائنات آج بھی انگشت بدنداں ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے گم کردہ راہ انسانوں کو منزل کا نشان بتایا، جس

نے باطل خداوں کے سجدے سے پیشانیوں کے داغ دھبے دھوکر خدائے واحد کے آستانۂ ناز پر نیازمندیوں کا سلیقہ سکھایا۔ جس نے عروس حیات کو ابدی سہاگ کی ضمانت دی۔ جس نے عارض زندگی کا غازہ کر کے اسے ایک اچھوتا حسن عطا کیا۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوان میں اوصاف حمیدہ کے انمٹ نقش ونگار بنائے اور رذائل کے داغ دھبوں کو صاف کیا۔ جس نے لیلائے حسن کے دامن میں کہکشاں اور اس کی زلفوں میں ستاروں کی افشاں بھری۔ جس نے عمارت کے غرور کو فقیری کی چوکھٹ پر چکنا چور کیا۔ جس نے نسلی عصبیت کے تمام بتوں کے طلسم کو توڑا۔ جس نے رنگوں کے امتیاز کو غلط ٹھہرایا۔ جس نے طبقاتی کشمکش کو ختم کیا۔ جس نے نسل آدم کو مساوی حیثیت عطا کی اور شاہ وگدا، امیر وغریب، کالے اور گورے کے تمام امتیازات کو یکسر ختم کیا۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس کی ہدایتوں کے حقیقی گواہ اور عملی تفسیر بن کر ''نور مبین'' آیا، جس کی گواہی کے لیے اس سے بہتر گواہ کا وجود ممکن ہی نہیں، جو ایک ہی وقت میں اس کے گواہ بھی ہیں اور عملی تفسیر بھی۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ قرآن مجید کی تشریح اور حیات مقدسہ اس کتاب مقدس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ آج بھی مکہ سے لے کر مدینہ تک کا ایک ایک ذرہ اس پر گواہ ہے۔ پوری کائنات شاہد ہے۔ سب سے بڑھ کر ام المومنین عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس کی شاہد: ''کان خلقه القرآن''۔ (مسند احمد بن حنبل۔ جزء:۴۱، ص:۱۴۸)

قرآن حکیم ایک ہدایت نورانی ہے اور آج دنیا کو روشنیوں کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ دنیا تہذیب وتمدن کے نام پر فیشنوں کا شکار ہو چکی ہے۔ تعلیم وفلسفہ کے فریب میں آ کر انسان جہالت کی دبیز تاریکیوں میں کھو چکا ہے۔ آج سالار قافلہ اپنی راہ سے ہٹ چکا ہے۔ آدمیت کا کارواں خود آدمیوں کے ہاتھوں لٹ چکا ہے اور روشنی کی متلاشی دنیا گمراہیوں اور ناامیدیوں کی سیاہ رات میں بھٹک رہی ہے۔ اس لیے سخت ترین ضرورت ہے کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ قرآنی اصول وضوابط کو زندگی کا ضابطہ بنانے پر ذہنوں کو تیار کیا جائے اور حیات کی تاریک راہ میں اس چراغ سے گم کردہ راہ قافلوں کی رہنمائی کی جائے اور **''قرآن نمبر''** کا یہی مقصد ہے، تا کہ الحاد و مادہ پرستی اور انکار خدا کے زمانے میں دنیا خدا کے وجود اور اس کی عظمتوں کے اعتراف پر مجبور ہو اور خدا والوں کی جماعت وقت کے فریب دہندہ کے ہاتھوں اپنا سرمایۂ

ایمان نہ گنوا بیٹھے۔ گویا ایک کی ہدایت اور دوسرے کی تسکین کے پس منظر میں (ہفت روزہ تاجدار، بمبئی کا) یہ نمبر نذر قارئین ہے۔

قرآن عزیز علوم و معارف کا ایسا بحر ذخار ہے کہ بڑے بڑے ماہر غوطہ خوروں نے اس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اپنی عاجزی و درماندگی کا اعتراف کیا ہے۔ اس کا مفہوم، اس کے معانی، اس کی بلاغت، اس کی تفسیر و تشریح اور رموز و نکات کو ہزار ہا ہزار طریقے پر پیش کرنے والے بھی اعتراف عجز پر مجبور ہیں:

دامانِ نظر تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین تو ز تنگی داماں گلہ دارد

پھر ایک بے بضاعت، ایک تہی دامن، ایک بے علم، ایک دست نگر، قرآن اور اس کے متعلقات پر کیا قلم اٹھا سکتا ہے اور کیا بیان کر سکتا ہے۔ ہمیں اپنی درماندگی اور عدم صلاحیتی کا مکمل اعتراف و اقرار ہے۔ قرآن حکیم اور اس کی ہدایتوں سے متعلق رقم کرنا ہم جیسوں کا منصب ہی نہیں مگر عہد یوسفی کی بوڑھیا بازار مصر میں کچھ ایسی تاریخ بنا گئی جس کی روشنی میں ایک تہی دامن، ایک بے علم بھی اس طرح کی جرأت رندانہ کر بیٹھتا ہے۔

اس سلسلے میں میں اپنے قارئین کی رائے نہ دریافت کروں گا، اس لیے کہ قرآن حکیم سے متعلق کوئی بات بھی انسانوں کی پسند و ناپسند سے بہت بلند ہے۔ ہاں اگر اس میں کوئی خاص بات نظر آئے تو پھر ''تاجدار'' اور اس کے اسٹاف کے لیے دعاے خیر فرمایئے۔ کیا عجب کہ آپ کی دعائیں اور قرآن عظیم سے متعلق ہماری ناچیز خدمات ہم سب کی مغفرت کا سبب بنیں۔

ہم نے تو چند اشک ندامت کیے ہیں پیش
یہ تیرا کام ہے کہ تو اس کو گہر بنا

طالبِ مغفرت: **کامل** (سہسرامی)

●●

# قرآن مجید-ایک نظر میں

قرآن حکیم سے متعلق کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر اہل علم نے دادِ تحقیق نہ دی ہو۔ایک قرآن سے متعلق نہ جانے علم کے کتنے شعبے قائم ہوئے اور موضوع پیدا ہوئے-اللہ تعالیٰ رحمت کے پھول برسائے ان علما کی قبروں پر، جو ہمارے لیے قرآن فہمی کے بہت سارے سرمایے چھوڑ گئے-مندرجہ ذیل تفصیلات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مفسرین قرآن نے قرآن کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا،مگران عظیم تحقیقات کے باوجود قرآن ایک ایسا سمندر ہے کہ:

جو کچھ کہا گیا وہ آغاز باب ہے

**پہلی وحی:** اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. (سورۂ علق-آیت:۱تا۵-۶۱۱ء)

**آخری وحی:** اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً. (سورۂ مائدہ:۵-آیت:۳)

**قرآن کی کل مدت نزول:** تقریباً ۲۲ سال ۲ ماہ ۲۲ دن

**پارے:**-۳۰(تیس)

**منزلیں:**-۷(سات)

**سورتیں:**-۱۱۴(ایک سو چودہ)

**رکوع:**-۵۴۰(پانچ سو چالیس)

**کل آیات:**-۶۶۶۶(چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ)

**کل تعداد کلمات:**-۸۶۴۳۰(چھیاسی ہزار چار سو تیس)

**کل تعداد حروف:**-۳۲۳۷۶۰(تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ)

**جملہ کاتبان وحی:**-۴۰ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

**۷؍منازل کی تقسیم:**

| | | |
|---|---|---|
| (۱)-سورۂ فاتحہ | تا | سورۂ نساء |
| (۲)-سورۂ مائدہ | تا | سورۂ توبہ |
| (۳)-سورۂ یونس | تا | سورۂ نحل |
| (۴)-سورۂ بنی اسرائیل | تا | سورۂ فرقان |
| (۵)-سورۂ شعراء | تا | سورۂ یٰسین |
| (۶)-سورۂ والصّٰفّٰت | تا | سورۂ حجرات |
| (۷)-سورۂ ق | تا | سورۂ الناس |

☆-ان سورتوں کے پہلے حروف کا مجموعہ ہے:'' فَمِیْ بِشَوْقٍ''

**اقسام آیات:**

| | |
|---|---|
| (۱)-آیات وعدہ | ایک ہزار |
| (۲)-آیات وعید | ایک ہزار |
| (۳)-آیات نہی | ایک ہزار |
| (۴)-آیات امر | ایک ہزار |
| (۵)-آیات مثال | ایک ہزار |
| (۶)-آیات قصص | ایک ہزار |
| (۷)-آیات تحلیل | دوسو پچاس |
| (۸)-آیات تحریم | دوسو پچاس |
| (۹)-آیات تسبیح | ایک سو |
| (۸)-آیات متفرقہ | چھیاسٹھ |
| **تمام آیات:-** | ۶۶۶۶ |

**تفصیل حروف القرآن:**

(ا)-۴۸۸۷۲ (ب)-۱۱۴۲۸ (ت)-۱۱۹۹

| | | |
|---|---|---|
| (ث)-۱۲۷۶ | (ج)-۳۲۷۳ | (ح)-۹۷۳ |
| (خ)-۲۴۱۶ | (د)-۵۶۰۲ | (ذ)-۷۷۴۶ |
| (ر)-۱۱۷۹۳ | (ز)-۱۵۹۰ | (س)-۵۹۹۱ |
| (ش)-۲۱۱۵ | (ص)-۲۰۱۲ | (ض)-۱۳۰۷ |
| (ط)-۱۲۷۷ | (ظ)-۸۴۳ | (ع)-۹۲۲۰ |
| (غ)-۱۲۰۸ | (ف)-۸۴۹۹ | (ق)-۶۸۱۳ |
| (ک)-۹۵۰۰ | (ل)-۳۴۳۲ | (م)-۳۶۵۳۵ |
| (ن)-۴۰۱۹۰ | (و)-۲۵۵۳۶ | (ہ)-۱۹۰۷۰ |
| (لا)-۲۷۲۰ | (ی)-۴۵۹۱۹ | |

**کل حرکات (اعراب):**

| | | |
|---|---|---|
| (۱)-فتحات (زبر) | ـَ | ۵۳۳۲۳ |
| (۲)-کسرات (زیر) | ـِ | ۳۹۵۸۲ |
| (۳)-ضمّات (پیش) | ـُ | ۸۸۰۴ |
| (۴)-مدّات (آ) | ~ | ۱۷۷۱ |
| (۵)-تشدید (شدّ) | ـّ | ۱۲۷۴ |
| (۶)-نقاط (نقطے) | | ۱۰۵۶۸۴ |

**سجدہ ہائے تلاوت:** متفق علیہ:-۱۴/مقامات-اختلافی:-ایک مقام

●●

# کلامِ ازلی وآئین لم یزلی

شمس العلماء مولانا نظام الدین، سابق وائس پرنسپل مدرسہ عالیہ، رامپور

کارخانۂ قدرت کی حیرت انگیزیاں اور عجائبات عالم کی رعنائیاں قوائے حسیہ کو لحہ بہ لحہ دعوت فکر ونظر پیش کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ان کا تقاضا یہ ہے کہ عقول بشریہ حسب استعداد و استطاعت قدرت الٰہیہ کے اس بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہو کر علم ومعرفت کے گراں بہا جواہر سے اپنے دامن بھرلیں اور اس حقیقت کو بے نقاب کر کے بے ساختہ بہ زبان حال پکار اٹھیں کہ لیل ونہار، بہار وخزاں، دھوپ اور چھاؤں، اربعہ عناصر، سبع سماوات، لوح وقلم، عرش وکرسی، سب کے سب ایک ہی ذات سے منسلک ہیں جس پر حدوث کا شائبہ تک نہیں، جو ظاہر و باطن کا بیک وقت نظارہ فرمارہا ہے اور اپنی حکمت کاملہ سے ممکنات کے ہر فرد کو اس کی استعداد کے مطابق نشو ونما دے کر تربیت فرماتا ہے۔اگر چہ اس کی مخلوقات کا شمار اور اس کی صفات کا احاطہ انسانی ادراک سے ماوراہے لیکن یہ وہ سرچشمۂ نور ہے جس کی ضیاپاشی کی نعمتوں سے کوئی شی کسی وقت بھی محروم نہیں رکھی جاتی۔اسی ذات گرامی نے ساری مخلوقات کی اخلاقی اصلاح اور روحانی ارتقا کے لیے ایک مستحکم اور غیر متبدل اصول اور دائمی قانون پیش کیا ہے جس کو ''قرآن پاک'' یا ''کتاب اللہ'' کہتے ہیں- یہ عرفان وہدایت کا وہ سرچشمہ ہے جس کے ایک قطرہ سے تشنگان حق کے دلوں میں حکمت ومعرفت، ایمان ویقین کے بے شمار سمندر موجزن ہو جاتے ہیں، جس کی دعوت پر لبیک کہنے والا ہدایت یافتہ اور جس کے احکام سے انحراف کرنے والا گمراہ ہوتا ہے- اسی مفہوم کی تائید سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے:

''کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور من استمسک بہ واخذبہ کان علی الھدیٰ ومن اخطا ضل.''(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، جزء:۳، ص:۱۸۷۴)

## قرآن پاک کی عظمت واہمیت

قرآن پاک نے اعمال کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، خیر وشر-فَمَن يَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ خَيراً يَرَه وَمَن يَعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَه. (سورہ زلزال:۹۹-آیت:۷۔۸)
تو جوایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر بُرائی کرے اسے دیکھے گا-
طالب خیر فیوض الٰہی کا حقدار اور طالب شر غضب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے اور ان دونوں کی بہت واضح طور پر نشان دہی کر دی گئی ہے۔ چناں چہ جامع قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کو نقل فرمایا ہے:
عن عثمان عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: خیر کم من تعلم القرآن وعلمه تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن پاک کو سیکھے اور سکھائے-
(صحیح بخاری، فضائل قرآن، جزء:٦، ص:۱۹۲)

## قرآنی برکات کا فیض عام

اس برکت اور فیض والے قرآن پاک کے اثرات نہ صرف اسی شخص تک محدود ہیں جو ورد زبان بنائے ہوئے ہے بلکہ اس آفتاب انوار کی تجلیات اور شمع ہدایت کی ضیا پاشیاں ان افراد و نفوس کو بھی مساوی طور پر اپنے آغوش رحمت اور دامنِ برکت میں چھپا لیتی ہیں جو براہ راست نہ سہی، تو بالواسطہ ان سے متعلق ہوں۔ یعنی اولاد یا شاگردوں کی تلاوت کا درجہ وثواب کسی کمی کے بغیر اتنا ہی ان کے والدین اور اساتذہ کو بھی عطا کیا جاتا ہے جتنا ان تلاوت کرنے والوں کو اصالتاً ملنا چاہیے تھا- چناں چہ معاذ جہنی سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی کرن آفتاب کی اس کرن سے زیادہ اچھی ہوگی جو دنیا میں تمھارے گھروں میں ہوا کرتی ہے-تو پھر اس شخص کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہوگا جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا-:" عن سهل ابن معاذ الجهنی عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من قرء القرآن و عمل به البس والداه یوم القیامة تاجا ضوئه احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو كانت فیكم فما ظنكم بالذی عمل

بهذا.''(سنن ابی داؤد - جزء:۲،ص:۷۰)

## قرآن پاک ہر دور کے فتنوں کا واحد علاج

یہ تو پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ کلام اس ذات گرامی سے منسوب ہے جو خبیر و بصیر ہے اور جس کے علم و آگہی سے کوئی شی مخفی نہیں خواہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہہ میں، رحم مادر میں ہو یا صلب پدر میں، ہر فرد و ہر زمانہ خواہ وہ وجود میں آچکا ہو یا ابھی لباس امکانی میں ملبوس و معدوم ہو اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں۔ ہر حادثہ ازل سے ہی روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔ ہر ایک کا علاج بھی اسی قرآن پاک میں موجود ہے، جس کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت میں حارث اعور نے اشارہ کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک دن مسجد سے میں گذرا، وہاں لوگ حدیثوں کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ نے خیال نہیں فرمایا کہ کچھ لوگ احادیث کے بارے میں غور کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، تو فرمایا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! ہوشیار ہو جاؤ، عنقریب ایک فتنہ آنے والا ہے میں نے عرض کیا کہ آخر اس کا علاج کیا ہوگا؟ فرمایا کہ قرآن پاک- اس میں تم سے پہلے زمانے کی اور آنے والے زمانے کی خبریں بھی ہیں اور موجودہ زمانے کے احکام بھی، وہ حق و باطل میں فاصل ہے، مذاق نہیں ہے-:''عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس قد خاضوا فی الاحادیث قال او قد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الا انها ستکون فتنة فقلت ماالمخرج منها یا رسول الله؟ قال کتاب الله انه فیه نبأ ما کان قبلکم و خبر ما بعد ها و حکم ما بینکم هوا لفصل لیس بالهزل.''-(ترمذی شریف-جزء:۵،ص:۱۷۲)

## انتباہ

قرآن پاک جیسا عظیم الشان قدرتی تحفہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے، افسوس کہ ان کی اکثریت اب قدرداں نہیں رہی حالاں کہ مسلمانوں کا دور کبھی وہ بھی تھا کہ تلاوت کرنے والوں کی آنکھیں آنسوؤں کے دھارے بہاتی تھیں۔ تاریخ میں کچھ ایسی شخصیتیں بھی سامنے آتی ہیں

جنھوں نے عمر بھر کلام الٰہی کے سوا کوئی دوسری بات ہی نہیں کی یہاں تک کہ روزمرہ کے سوالوں کے جوابات میں بھی قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تھی جس سے سائل اپنا جواب پالیتا تھا۔

دورِ ماضی میں جتنے بھی فتنے اٹھے ہر ایک کی دوا قرآن سے تلاش کی گئی۔ آج جب کہ فتنوں کا امنڈتا ہوا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا ہوا قریب سے قریب تر آتا جارہا ہے جو کالے ناگ کی طرح اپنے پھن میں زہر کی تھیلی چھپائے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان نازک اور پر خطر لمحات میں بھی قرآن والوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ قرآن پاک کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا بہت بڑی بات ہے کبھی اس کو اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے کہ آخر اس میں کیا ہے؟

افسوس کہ آج ہمارا حال بھی اس نابینا سے کم نہیں جو اپنے چراغ سے دوسروں کے لیے تو راہیں روشن کررہا ہے اور خود منزل کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔ کاش ان کی آنکھیں بھی شمع قرآنی سے مستفیض و مستنیر ہو جائیں اور وہ قرآن پاک کے انوار و برکات سے استفادہ اور افادہ دونوں کام انجام دیتا!

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

●●

# قرآن حکیم غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں

مولانا نسیم بستوی

بدل دیتا ہے رخ دورِ جہاں کا
حریف گردش ایام ہے تو
سعادت کا ہے اک لبریز ساغر
ہدایت کا چھلکتا جام ہے تو

بلاتفریق مذہب وملت تمام دنیا کے اہل الرائے اور ممتاز اسکالروں نے واضح انداز میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کتاب قرآن حکیم دنیا کی تمام قوموں کے لیے صلح وآشتی اور امن ونجات کا دائمی پیغام اور قیامت کے لیے صالح افکار ونظریات پر مشتمل کامل آئین وجامع دستور حیات ہے۔ آسمانی صحائف میں یہی وہ ممتاز ومنفرد روحانی صحیفہ ہے جس نے دولت اور حسب ونسب کی بجائے پرہیز گاری اور تقویٰ کو انسان کی فضیلت وبرتری کا معیار قرار دیا ہے۔ اس کے حیات افروز پیغام نے محتاج وغنی، آقا وغلام، مفلس ومنعم، کالے اور گورے، مزدور اور سرمایہ دار، ہر غرور وامتیاز کو نیست ونابود کردیا۔ شوکت ونخوت کا طلسم توڑا۔ ہر نوع بشر کو ذہنی وفکری بلندی عطا کی۔ قرآن نے واضح اعلان کردیا کہ جو اس کے اور دین وشریعت کے مسلمہ عقائد واقدار سے انحراف وگریز اختیار کرتا ہے وہ افضل واعلیٰ نہیں بلکہ حقیر وکمتر ہے۔ کلام ربانی نے بتایا کہ جس نے شرافت ونجابت کا احترام کیا وہ لائق تحسین ہے اور جو مختل اور فاسد جذبات اور خواہشات میں شب وروز گزاردے وہ بدنصیب ونالائق ہے۔ قرآنی ہدایت نے دنیا کے سامنے جو تصور حیات پیش کیا ہے اس کو ہر سلیم الطبع، انصاف پسند اور ہوش مند قوم نے تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلے کی چند شہادتیں ذیل میں ملاحظہ ہوں:-

**مارکس کارلائل**:- ’’قرآن نے امن وسکون، الفت ومحبت کے جذبات کو نشو ونما دیا، بادۂ

عشق کے متوالوں کو پرہیز گار بنا دیا۔''

**ٹالسٹائی:**۔''قرآن عالم انسانیت کا بہترین راہبر ہے اگر یہی کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر نہ ہوتا تو یہی کتاب انسانیت کی رہنمائی کے لیے کافی ہوتی۔''

**الٹرسیل:**۔''کوئی انسان قرآن کا مثل نہیں لاسکتا، یہ لازوال معجزہ ہے جو احیائے موتی سے بڑھ کر ہے۔''

**السٹر گبن:**۔''قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا نقیب ہے۔ جدید فلسفی اگر مذہب قبول کرسکتا ہے تو وہ قرآن کا مذہب ہے۔ قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکبازی کی وہ تعلیم دی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا تمام بیماریوں سے محفوظ و مامون ہو جائے گی۔''

**سیوار چین:**۔''قرآن مذہبی عقائد و احکام ہی کا مجموعہ ہے۔ اس میں اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی ہیں اور وہ عالم انسانیت کے لیے نفع بخش ہے۔ قرآن ایک حیرت انگیز کتاب ہے۔''

**جے جے بول:**۔''تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن اپنی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے۔''

**ڈاکٹر لبنان:**۔''قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے نئے مسلمان بناتی رہتی ہے۔''

**شری گرنتھ:**۔''اس دور میں کوئی کتاب کام آئے تو وہ قرآن ہے اور اس کے سامنے جوتھی ان کی کوئی حقیقت نہیں۔''

**گرونانک:**۔''توریت، انجیل، زبور کو ہم نے غور سے پڑھا اور ویدوں کو بھی دیکھا مگر دنیا کے لیے جو کتاب ہدایت کامل بن سکتی ہے وہ صرف قرآن ہے۔''

**رابندر ناتھ ٹیگور:**۔''وہ وقت دور نہیں جب قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے دنیا کو اپنا بنالے۔''

**برنارڈ شا:**۔مستقبل میں جو مذہب تمام دنیا کا ہوگا، وہ اسلام یا اسلام سے قریب ہوگا۔''

**گوئٹے:**۔''قرآن برق کی طرح درخشندہ ہے۔ اس کتاب میں بڑی دل فریبی پائی جاتی ہے۔ جس قدر ہم اس کے قریب پہنچتے ہیں وہ زیادہ اصلی معلوم ہوتی ہے اور بتدریج فریفتہ کرتی جاتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخر میں ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔''

**ڈاکٹر ہنری:**۔"قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو افکار و خیالات پر چھا جاتی ہے اور دل کی گہرائیوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم )اور ان کی رسالت پر دلیل بنا کر نازل کی گئی۔"

**گاندھی جی:**۔"میں نے قرآن کا مطالعہ کیا، مجھے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی کہ یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔"

**فرانسیسی مفکر ڈاکٹر جورلیس:**۔"قرآن کیا ہے؟ قرآن کی اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔وہ عظیم الشان بلاغت ہے جس پر تیس چالیس کروڑ مصنف فخر کر رہے ہیں۔مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی پر یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں سے ممتاز ہے۔بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی ازلی عنایتوں نے انسانوں کے لیے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے۔اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔خدا کی حمد سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔قرآن علما کے لیے ایک علمی کتاب، شائقین لغت کے لیے ذخیرۂ لغات، شعرا کے لیے اشعار کا مجموعہ اور قوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔"

**ڈاکٹر سین گاس:**۔"قرآن ان کتب عظیمہ میں سے ایک ہے جو آج تک آسمانوں سے نازل کی گئی ہے۔اس میں ایک عظیم ترین انسان کی زندگی اور اس کی سیرت کا عکس صاف طور پر نظر آتا ہے۔آں حضرت کا غیر متزلزل استقلال اور ثابت قدمی میرے خیال میں اس اولوالعزم پیغمبر کی مہر نبوت ہے۔"

**لڈف کریل:**۔"قرآن عقائد و اخلاق، نیز ان پر مبنی قانون کا ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے۔اس میں ایک وسیع جمہوریت کے جملہ آئین و اصول کے لیے، رشد و ہدایت کے لیے، انصاف عدالت کے لیے، فوجی تنظیم و تربیت کے لیے، مالیات کے لیے، غربا کے متعلق نہایت محتاط قانون سازی کے لیے بنیادیں رکھی گئی ہیں۔مگر سب کا سنگ بنیاد ذات باری تعالیٰ کا اقتصاد ہے جس کے قبضۂ قدرت میں انسانوں کی قسمت کی باگ ہے۔"

**جی ایم راڈویل:**۔"قرآن کی تعلیم سے عرب کے سیدھے سادھے خانہ بدوش بدو ایسے

بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ بت پرستی کو مٹانے، حیات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے، نسل کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے، بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازواج کی تعداد گھٹا کر ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے حق میں ایک بہترین برکت ثابت ہوا۔ قرآن اللہ کی وحدانیت اور اس کے عالم الغیب اور قادر مطلق ہونے کے بیان میں منفرد کتاب ہے۔ قرآن کو خدائے واحد پر نہایت گہرا یقین ہے۔''

**موسیو لیون روش:**۔'' میں طویل مدت تک اسلام کو اس واسطے گلے لگائے رہا کہ امیر عبدالقادر کو حکومت فرانس کے جال میں پھنسا لوں۔ میں اس حملے میں کامیاب ہوا اور امیر نے پورے وثوق کے ساتھ مجھے سکریٹری بنالیا۔ میں نے اس دین کو جس کو ہم کیا، بہت لوگ محجوب کہتے ہیں، جہاں تک میرا عرفان ہے ہر دین سے افضل دیکھا۔ یہ ایک انسانی، فطری، اقتصادی اور ادبی دین ہے۔ ہمارے قوانین میں کوئی ایسا قانون مجھ کو یاد نہیں جو قرآن میں اس سے بہتر طریقے پر بیان نہ کیا گیا ہو۔ میں نے بہت سے قانون کا مطالعہ کیا مگر ہر قانون معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ہی سے لیا گیا ہے۔ اسلام محامد و فضائل کا دین ہے۔ اگر اس کو کہیں ایسے اشخاص مل جائیں جو لوگوں کو جیسی چاہیے تعلیم دیتے اور اس کی پوری پوری تفسیر کرتے تو مسلمان سارے جہان سے اڑتے اور ہر میدان میں آگے ہوتے۔''

**میکسو ویل کنگ:**۔'' قرآن جمہوری تعلیم میں ایک حصہ عورتوں کے متعلق بھی ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں عورتوں کا ذکر آیا ہے تعظیمی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ماں کے ساتھ محبت رکھنے اور اس کی تعظیم کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت و شفقت کرنے پر پورا زور دیا گیا ہے۔ پیروانِ اسلام کا حسن و اخلاق قابل تعریف ہے۔ ان کا طرز عمل خدا کے احکام کے تابع ہے اور اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینا مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی لازمی شرط ہے۔

جو مذہب رضائے الٰہی پر راضی رہنے کی ایسی عمدہ تعلیم دے اس کے پیرو یقیناً صداقت دوست، انصاف پسند، اور عہد کے پکے ہوں گے۔ اگر ہم اس کے برخلاف کہنا چاہیں تو ہماری عقل ہی انکار کر دے گی۔''

●●

# قرآن کا چیلنج

مولانا قمرالزماں اعظمی مصباحی

قرآن عظیم اللہ کا کلام ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے دنیا کے ہر صاحب شعور نے تسلیم کیا ہے اور نہ صرف یہ کہ تسلیم کیا ہے بلکہ اگر قدرت نے توفیق بخشی تو اس نے اپنی بے پناہ جرأت وحق پسندی سے کام لیتے ہوئے ہر نظام باطل کو اس نظام حق کے مقابلے میں ٹھکرادیا ہے اور ان تمام لوگوں کو دعوت فکر ونظر دی ہے جو قرآن عظیم سے دور ہیں۔ قرآن کے دورِ نزول سے لے کر آج تک آپ اگر ان لوگوں کا مطالعہ کریں جنھوں نے حق قبول کیا ہے اور باطل کے خلاف اعلانِ بغاوت فرمایا ہے تو ان میں ۹۹ فیصدی ایسے لوگ ملیں گے جنھوں نے قرآن عظیم کا مطالعہ کیا اور پھر ان کی فطرت حق پسند اعتراف حق کے لیے بے چین ہوگئی۔ یہاں تک کہ انھوں نے ماحول کی ناموافقت اور حالات کی نامساعدت کی پروا کیے بغیر اسلام قبول کرلیا ہے۔ قرآن عظیم ایک لافانی دستور حیات اور ایک عالمگیر دعوتِ عمل ہے جس پر زمانے کے تغیر وتبدل کا کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ وہ ہر دور کو ایک متوازن اور روشن ترین شاہ راہِ عمل ''صراطِ مستقیم'' عطا فرمانے والا ہے۔ علاوہ ازیں کہ وہ قبل اسلام کا دور جہل وغباوۃ ہو یا آج کا دورِ علم وفکر، آپ قرآن عظیم کا انداز تخاطب ملاحظہ فرمائیں: وہ کبھی انسان کی قوت شاہدہ انسان کے دل اور جذبات وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی فکر وتدبر، تفکر، شعور، ادراک، بصیرت، علم وعقل وغیرہ کو مخاطب قرار دیتا ہے۔ تاکہ ہر طرح کے لوگ قرآن کے نظام زندگی کو قبول کرسکیں۔ کبھی وہ آیات آفاق وانفس پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ ارباب فکر ونظر خدا کے بے پناہ جلوؤں کو آفاق وانفس میں تلاش کرسکیں اور حقیقت آشنا ہونے کے بعد ان کی قوت مشاہدہ پکار اٹھے:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ گوید

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار
وَفِی کُلِّ شَیءٍ لَہ آیَۃٌ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہ وَاحِدٌ

اور کبھی انسان کی رویتِ محضہ کو مخاطب فرماتا ہے: ''خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا.'' (اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمھیں نظر آئیں-سورۂ لقمان:۳۱-آیت:۱۰) تاکہ غور و فکر سے قطع نظر، صرف نظر اٹھاتے ہی دل ''سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ'' پکار اٹھے۔ آپ قرآن کے زمانۂ نزول کا جائزہ لیں، پورے عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بے پناہ ناز تھا، یہاں تک کہ وہ خود کو عرب اور ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ دورِ جاہلیت کے ادب کا مطالعہ کرنے والے بھی اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں کہ فکر و خیال، شعور و ادراک کی جن لطیف کیفیتوں کو آج کا ادب چودہ سو برس کے بعد دوسری زبانوں میں پیش کر رہا ہے عربی ادب نے چودہ سو برس پہلے ہی ان لطیف ترین خیالات و کیفیات کو اشعار و عبارات کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ایسے دور میں قرآن عظیم نے تمام فصحاے عرب کو چیلنج فرمایا: ''وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِه'' (اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے ان خاص بندے پر اتارا، اس جیسی ایک سورت لے آؤ-سورہ بقرہ:۲-آیت:۲۳)

یہ چیلنج ایک ایسی قوم کو فرمایا گیا تھا جو اسلام سے براہِ راست متصادم تھی اور اسلام جس کی سابقہ روایات، عقائد اور تہذیب و تمدن کے خلاف اعلان بغاوت فرما چکا تھا۔ جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اسلام کو مٹانا اور اپنی باطل زندگی کو بچانا چاہتی تھی۔ اگر قرآن انسان کا کلام ہوتا تو ان کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ کفر کا ایک متحدہ محاذ بنا کر اپنے شعرا کے تعاون سے قرآن جیسی ایک سورت بنا لاتے مگر غزوۂ بدر و احد میں اکٹھا ہو جانا اور مالی و جسمانی قربانیاں پیش کرنا، خیبر و حنین میں شکست فاش اٹھانا آسان تھا لیکن قرآن کا جواب ناممکن۔ ورنہ ان معرکہ آرائیوں کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اور اسلام ہمیشہ کے لیے مٹ جاتا۔ ایسا نہیں کہ ان لوگوں نے کوششیں نہیں کیں۔ کوششیں کی گئیں مگر قرآن کا تنقیدی مطالعہ کرنے والے بالآخر خود پکار اٹھے:

''مَا هٰذَا کَلَامُ البَشَرِ''- تاثیر کا یہ عالم کہ جس نے چند آیتیں سن لیں، اقرار حق کرنے پر مجبور ہو گیا۔ بارہا ایسا ہوا کہ عرب کے لوگ آقائے دو جہاں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے اپنے مذاق و مزاج کے مطابق سوالات پیش کیے، جن کے جواب میں حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی چند آیتیں سنا دیں اور وہ جب رسول گرامی وقار کی بارگاہ سے اٹھے تو ان کے دل ایمان سے منور ہو چکے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ کفار کی تمام تر رزم آرائیاں ایک طرف اور قرآن عظیم کا مقدس پیغام ایک طرف، دیکھتے ہی دیکھتے پورے خطۂ حجاز میں ہی نہیں بلکہ ایشیا اور افریقہ میں قرآن عظیم نظامِ زندگی کی حیثیت سے تلاوت کیا جانے لگا۔ اس لیے کہ اب تک دنیا کے سامنے جتنے بھی صحیفہ ہائے زندگی تھے سب ناقص و نامکمل تھے۔ کسی میں صرف حقوق العباد اور صلہ رحمی پر، کسی میں ترک لذات پر زور دیا گیا تھا تو کسی میں صرف رہبانیت کی تعلیم دی گئی تھی تو کسی میں جہاد و دنیا داری کی، کہیں زندگی کو کلیسائی جبر و تشدد کا تابع بنایا گیا تھا تو کہیں دو دریاؤں کی درمیانی زمین کو زندگی کی قبر بنا دیا گیا تھا، کہیں جسم آراستہ کرنے کی بات تھی تو روح سے بے نیازی برتی گئی تھی، کہیں ارتقائے روحانی کا تذکرہ تھا تو جسم کے تقاضے مردہ ہو رہے تھے۔

دنیا نے پہلی بار آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ پاک میں ایک مکمل نظامِ زندگی، ایک لافانی نظام حیات دیکھا جس میں زندگی کو مکمل آسودگی ملتی ہے، جس پر عمل کرنے کے بعد پورا معاشرہ گہوارۂ امن و سکون بن جاتا ہے۔ اس قدر جامع، کہ گھر کی چہار دیواری میں ہر ہر فرد کے حقوق کی رعایت اور اس قدر وسیع، کہ کائنات کی وسعتیں مرد مومن کی زندگی کے احاطے سے قاصر، اس قدر مکمل کہ مہد سے لے کر لحد تک زندگی کا کوئی گوشہ تشنہ نہ ہو اور حیات انسانی کا کوئی ایسا تقاضا نہ ہو جس کا جواب نہ مل سکے اور نہ صرف یہ کہ قوانین عطا فرمائے گئے بلکہ حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حیات مبارکہ کو ایک مثالی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ سورہ احزاب: ۳۳- آیت: ۲۱) تاکہ قوانین تو قرآن عظیم سے حاصل کیے جائیں اور عمل کے لیے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو معیار مانا جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''کان خلقه القرآن.''(مسند احمد بن حنبل- جزء:۴۱،ص:۱۴۸)

قربان جائیے، جب قرآن بے عیب ہے تو جس کے کردار کا عملی نمونہ قرار دیا گیا ہو وہ کتنا بے عیب ہوگا۔قرآن لافانی ہے تو جس کی زندگی قرآن کی عملی مثال ہو وہ فانی کیسے ہوسکتا ہے اور پھر لطف بالائے لطف یہ کہ سابقہ کتب آسمانی کے حوالے سے پروردگار عالم کا کوئی وعدہ نہیں مگر قرآن عظیم کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگار عالم نے لے لیا ہے:

''اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ''(بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں-سورۂ حجرات:۱۵-آیت:۹)

اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے تو ان کی مقدس کتاب کو قیامت تک کے لیے دستور زندگی اور ضابطۂ حیات کی حیثیت سے باقی رکھا گیا ہے۔وہ بھی اس فیصلے کے ساتھ کہ قیامت تک اس میں کوئی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہوسکتی۔اس لیے کہ ترمیم دنیاوی قوانین میں ہوا کرتی ہے، ان قوانین میں جو زمانے کے پابند اور تابع ہیں ،جو حال کے زعم میں مستقبل سے بے خبری کے عالم میں تشکیل پاتے ہیں اور مستقبل میں ابھر کر حال کے ہر قانون کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے۔مگر قرآن اس ذات کا کلام ہے جس کی نگاہ قدرت میں ماضی حال مستقبل سب برابر ہیں۔اس شہید وبصیر کا کلام ہے جو زمانوں پر یکساں شہید وبصیر ہے۔جس کے حضور میں ماضی حال مستقبل سب ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔کسی کے اندر یہ طاقت نہیں کہ اس کے کلام کو چیلنج کر سکے اور تبدیلی کا دعوے دار رہے۔

آج کے دور میں کچھ تشدد پسند لوگ جو مسلم پرسنل لا میں ترمیم کا مطالبہ کررہے ہیں فریب خوردۂ ظلمتِ ایام ہیں۔وہ ''قَد جَاءَکُم مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِینٌ''(سورۂ مائدہ:۵-آیت:۱۵)کے فیضان کرم سے بہت دور ہیں۔عصر جدید نے ان کے ذہن وفکر کا سودا کرلیا ہے، یہ بکے جارہے ہیں۔لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ قرآن ہر دور کے لیے ممکن العمل قانون زندگی ہے۔اس پر کہنگی اور قدامت کے اثرات مرتب نہیں ہوسکتے۔قرآن عظیم پر مرورِ ایام کا کوئی اثر نہیں۔دعویدارانِ ترمیم اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ قرآن کتب محرفہ کی طرح

اساطیر الاولین اور اوہام وخرافات کا مجموعہ نہیں بلکہ قرآن زندہ حقیقتوں کو پیش فرمانے والا ہے۔ قرآن انسانی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔قرآن کا انداز بیان اگر انذار کی حیثیت سے ہے تو لرزا دینے والا ہے اور اگر تبشیر کی حیثیت سے ہے تو نوع انسانی کو خوشیوں اور مسرتوں کا معمورہ بنا دیتا ہے۔قرآن ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے جس کا ہر ہر لفظ پر جلال و پر شکوہ ہے۔ ہر نقطہ اس قابل ہے کہ وقار کائنات سجدہ ریز رہے۔قرآن قوانین کا مجموعہ ہے مگر قوانین کی دفعات کی طرح خشک نہیں۔ قانون بھی عطا فرماتا ہے اور مطالعہ کرنے والے کی روح بھی جھومتی ہے۔ صرف قرآن کا اسلوب بیان ہے کہ کلام میں جزالت وعذوبت دونوں شیر وشکر ہیں۔

قرآن نہ صرف یہ کہ ہر دور کی رہنمائی فرمانے والا ہے بلکہ قرآن کا اصل مقصد، حیاتِ انسانی کی اصلاح وتعمیر ہے۔لیکن اس سے قطع نظر جب وہ کائنات کی حقیقتیں بیان کرتا ہے تو عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور جیسے جیسے انسان کائنات کے چہرے سے نقاب الٹتا جارہا ہے قرآن کی اہمیت روز بروز اجاگر ہوتی جارہی ہے۔قرآن عظیم کی صداقتیں ہر دور کے تمام فتنوں کی نشاندہی کرتی ہیں اور ان کے مزعومات ومسلمات کی تردید بھی۔

آپ عصور ماضیہ سے قطع نظر عہد جدید کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ فتنے عصر جدید میں پیدا ہورہے ہیں اور جوابات چودہ سو برس پہلے موجود ہیں۔اشتراکیت، اشتمالیت، وطنیت، قومیت، قادیانیت، انکار حدیث، رفض وخروج، الحاد وارتداد، ان تمام فتنوں کا جواب قرآن عظیم میں پہلے سے موجود ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ فتنے عصر جدید میں پیدا ہورہے ہیں اور جوابات پہلے ہی سے عطا فرمادیے گئے ہیں۔کیا یہ اس بات کے ثبوت کے لیے کافی نہیں ہے کہ قرآن اس شہید وبصیر کا کلام ہے جس نے اس کو ہر دور اور ہر زمانے کے لیے نازل فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا یہ چیلنج کہ اگر تمھیں قرآن کے بارے میں شک ہے تو تم اس جیسی ایک ہی سورت بنالاؤ، آج بھی قائم ہے۔مگر یہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے کہ نہ اس زمانے کا کوئی انسان کوئی جواب پیش کرسکا تھا، نہ عصر جدید کا آدمی کوئی جواب پیش کرسکتا ہے اور نہ آئندہ قیامت تک پیش کرسکے گا۔حالاں کہ جہاں تک زبان وادب کا معاملہ ہے کہ ایک زبان اپنے طرز بیان اور اسلوب ادا کے اعتبار سے آج اگر فصاحت وبلاغت کی اعلیٰ ترین منزل پر ہے تو کل

وہی زبان صرف تاریخ بن جاتی ہے اور اسی کی گود سے ابھرنے والی جدید ادبی قدریں فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ ترین معیار بن جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر غالب کی اردو کسی زمانے میں فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ ترین معیار تھی مگر غالب کی اردو اب صرف تاریخ کا حصہ ہے۔ اور شیکسپیئر کی انگلش ایک مومیائی مردہ ہے جسے برائے تماشا انگلش کے میوزیم میں رکھا گیا ہے۔ مگر اس منزل پر ہم قرآن کے حضور اعجاز و نیاز کا سجدہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن کی زبان جس طرح سے آج کے چودہ سو برس پہلے فصاحت و بلاغت کے نقطۂ انتہا پر تھی آج بھی اسی طرح سے ہے۔ نہ اس زمانے کا کوئی ادب اس کے مثل پیش کر سکا اور نہ آج کا ادب اس کا جواب پیش کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عربی زبان و ادب کے ناقدین نے اسالیب ادب کی تقسیم کرنی چاہی تو بے اختیار ہو کر پکار اٹھے کہ آج ہم کو ہر زبان میں اسالیب ادب کی دو قسمیں کرنی پڑتی ہیں: اسلوب قدیم اور اسلوب جدید۔ مگر عربی زبان کی تین قسمیں ہیں: اسلوبِ قدیم اور اسلوب جدید اور اسلوب قرآن، جس پر جدت و قدامت کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ وہ ایک منفرد اور لاجواب اسلوب ہے جو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی صاحب اعتراض کریں کہ مسلم حضرات نے عقیدت میں جواب دینے کی کوشش نہ کی ہوگی تو میں کہتا ہوں کہ مستشرقین یورپ نے ہی کوئی سورت یا آیت پیش کر دی ہوتی۔

عربی دنیا کے بہت سے ملکوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ دنیا کی تقریباً ایک درجن قوموں کی زبان ہے۔ قرآن کا یہ چیلنج تمام اقوام عالم کے لیے تھا، کسی دوسری قوم کے فرد نے کیوں نہ کوئی جواب پیش کر دیا۔ مگر یہ یقین ہے کہ جس نے بھی مطالعہ کیا ہوگا بالآخر اسے کہنا پڑا ہوگا: ''مَـا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَـرِ ''۔ جب قرآن کے اسلوب کا حسن اس منزل پر ہے تو معانی کے حسن اور وسعت کو کون سمجھ سکتا ہے اور جب انداز بیان اور طرز ادا کا جواب نہیں ہو سکتا تو پھر قرآن جو نظام زندگی پیش فرماتا ہے اس میں ترمیم یا تبدیلی کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے؟۔

●●

# قرآن حکیم سے متعلق چند مفید معلومات

## واقعات وحقایق کے آئینے میں

مولانا انوار احمد نظامی

قرآن ایک الہامی کتاب ہے،اس کا ایک ایک نقطہ منزل من السماء ہے۔اس کی حفاظت وصیانت خدائے قدیر نے اپنے ذمۂ کرم پر لے لی ہے۔عہد رسالت سے آج تک اس کی ہر آیت ، ہر سطر، ہر نقطہ، حتیٰ کہ زبر، زیر، پیش جوں کا توں بالکل مامون ومحفوظ ہے۔اس میں نصیحت پذیری کے لیے جہاں قصص وواقعات ہیں اسی کے ساتھ وہ قانون کی ایک دستاویز ہے جسے بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ وہی ''مسلم پرسنل لا'' ہے۔اب ہم اس عنوان کے تحت چند مفید باتیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

### کائنات کی سچی کتاب

ایک انگریز عالم جو مسیحی مذہب کا تھا لیکن بہت سی زبانوں کا وہ ماہر تھا اور مختلف ادیان ومذاہب کا اس نے گہرا مطالعہ کیا تھا،اسے اس بات کی تلاش تھی کہ مذاہب عالم میں صحیح مذہب کون ہے؟ اس کی چھان پھٹک اور تلاش وجستجو میں ایک مدت گذر گئی۔عیسائی دنیا اس کے علم کا لوہا مانتی تھی،اچانک ایک روز اخبارات میں اس کا اعلان آیا کہ میں نے مذہب اسلام قبول کرلیا ہے۔یہ بات مسیحی دنیا میں اس قدر جلد پھیل گئی جس طرح پٹرول میں آگ لگے۔اب اس سے انٹرویو کے لیے وفود آنے لگے اور ہر ایک کا صرف اتنا سوال تھا کہ آخرش وہ کون سا داعیہ ہے جس نے تمھیں مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔چناں چہ اس نے اپنا حسب ذیل بیان دیا جو قرآن کی صحت وسچائی کی ایک مستقل ضمانت ہے۔

**جواب:-** اس انگریز عالم نے اس حقیقت کو آشکارا کیا کہ آج اگر انجیل کا محرف نسخہ یعنی وہ

جس میں قطع و برید کی گئی ہو اور اپنی خواہشات کے تحت من مانی کر کے اس میں گھٹایا بڑھایا گیا ہو اسے چھاپا جائے تو پریس میں اس کا ایک نسخہ نہ رہ جائے اور دفعتاً ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جائے۔ لیکن اگر قرآن کو دنیا کے بہترین کاغذ پر چھاپا جائے اور دنیا کے سب سے عمدہ پریس میں اس کی طباعت ہو اور دنیا کے بہترین خوش نویسوں سے اس کی کتابت ہو اور اعلیٰ درجہ کی جلد سازی ہو۔ غرضیکہ کتابت، طباعت، کاغذ، جلد ہر اعتبار سے اس کا معیار بہت ہی بلند ہو۔لیکن مسلمانوں کو صرف اتنا معلوم ہو جائے کہ یہ وہ قرآن ہے جس میں کہیں زیر کی جگہ زبر آگیا ہے تو ایسا قرآن پریس، بک اسٹال کی زینت تو بن سکے گا مگر کسی مسلمان کے گھر نہ پہنچے گا۔بس قرآن کی یہ سچائی میرے دل میں گھر کر گئی اور میں نے اسلام کو قبول کر لیا۔اس کے جواب کے بعد ہزارہا عیسائی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

## ایک چیلنج

آج بین الاقوامی سطح پر اگر دنیا اس کا فیصلہ کر لے کہ قرآن کی طباعت کے لیے نہ تو کاغذ دیا جائے گا اور نہ کسی پریس کو استعمال میں لایا جاسکے گا تو قرآن حکیم کے سوا دنیا کی کوئی کتاب اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اس لیے کہ دنیا کی ہر کتاب کاغذ اور پریس کی مرہونِ منت ہے۔اگر آج ان کے حق میں دنیا اس پالیسی کو اختیار کرے تو صفحہ زمین پر ان کا ایک نسخہ نہ مل سکے اور نہ کسی قسم کا ان کا وجود باقی رہ جائے۔لیکن قرآن کریم کے تیس پارے جو کئی سو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں وہ صرف کاغذ پر نہیں چھپتے بلکہ لاکھوں لاکھ حفاظ کے لوحِ دل پر بھی چھپتے ہیں۔ چناں چہ رمضان شریف کا خیر و برکت سے بھرپور مہینہ اس کی زندہ مثال ہے اور آج پوری دنیا کی مساجد میں ختم تراویح کا سلسلہ جاری ہے۔سچ بتائیے کہ کیا قرآن کے سوا کوئی ایسی دوسری بھی کتاب ہے۔

## دلچسپ مناظرہ

مفسر قرآن استاذ العلماء صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کا رام چندر سے ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔آغاز مناظرہ سے پیشتر رام چندر نے بڑے کھلے توڑے سے کہا تھا کہ جناب آپ مجھ سے کیا مناظرہ کرسکیں گے؟ حضرت نے

فرمایا: ابھی چند ہی منٹ بعد میدانِ مناظرہ خود فیصلہ کردے گا کہ کون مناظرہ کر سکے گا اور کون نہ کر سکے گا؟ رام چندر آریہ سماجی نے گرجتی آواز میں کہا آپ مجھ سے کیا مناظرہ کر سکیں گے؟ مجھے تو قرآن کے پندرہ (۱۵) پارے حفظ ہیں، آپ ہماری کتاب کے چند ہی اوراق سنا دیں؟ اس گیڈر بھپتی پر صدرالافاضل علیہ الرحمہ مسکرائے اور للکارتے ہوئے فرمایا: اچھا قرآن کے پندرہ پارے تو جناب کو حفظ ہیں، آپ ایک پارے کی مقدار رامائن سنا دیں؟ بس اتنا کہنا تھا کہ رام چندر کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور ہکّا بکّا ہو کر بغلیں جھانکنے لگا- اس کے بعد مفسر قرآن صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہی تو قرآن کا اعجاز ہے، اپنے تو اپنے، غیر کے دل میں بھی اپنی جگہ بنا لیتا ہے اور ایک تمھاری کتاب ہے خود تمھارے دل میں جگہ نہ بنا سکی-

## قرآن کی دستوری حیثیت

شاید آپ کے بھی گوشۂ ذہن میں محفوظ ہو، کچھ عرصے کی بات ہے، دنیا کے بین الاقوامی ادارہ ''یونو'' نے دنیا کے تمام ممالک سے اپنا اپنا دستور طلب کیا تھا- چناں چہ ہر ملک نے اپنا اپنا پارلیمانی قانون پیش کر دیا- لیکن جب مملکت سعودیہ کی باری آئی تو شاہ حجاز نے جز دان میں لپٹے ہوئے قرآن کو پیش کر دیا- اس پر سوال یہ کیا گیا کہ ہم نے دستور مانگا ہے، قرآن نہیں- جواب دیا گیا کہ ہمارا اور ساری دنیا کا یہی فرق ہے کہ ہر ملک اپنا قانون خود بناتا ہے لیکن مسلمان کا قانون آسمان سے اتارا گیا جو آج تک حرف حرف قرآن کے تیس پاروں میں محفوظ ہے-

چوں کہ اور سب کا دستور انسانی ذہن وفکر کی پیداوار ہے اس لیے وہ بنتا، بگڑتا رہتا ہے- اس لیے اب اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور قانون کی ضرورت نہیں- اس لیے میں نے کہا تھا کہ مسلمان کے حق میں قرآن ہی ''مسلم پرسنل لا'' ہے-

احادیث نبویہ، اجماع امت اور اقوال مجتہدین اس کی تشریحات وتوضیحات ہیں- غرضیکہ قرآن ایک کتاب ہے جو اپنے گونا گوں محاسن میں خود اپنی مثال آپ ہے- دنیا کی کوئی قوم اس کے مقابل اس کے ہم پلہ وہم وزن کوئی کتاب نہیں پیش کر سکتی-

●●

# قرآن کا معاشی نظام حیات

مولانا کامل سہسرامی

غریبی اور امیری کے درمیان ہمیشہ سے کشمکش اور جنگ چلی آرہی ہے۔ پرانے دور میں بھی کسی نہ کسی طرح یہ اختلاف قائم تھا اور جدید دور میں تو باقاعدہ محاذ ہے۔ لیکن دنیا کی پوری تاریخ کو پڑھ جایئے، کسی دور میں، کسی حکومت میں، کسی مذہب کی کتاب میں ایسی تعلیم نہ ملے گی جو امیری وغریبی کے درمیان نفرت کی دیواروں کو توڑ کر دونوں طبقوں میں رواداری پیدا کرسکے۔ ایک بھی ایسا نظام یا تعلیم نہیں بتائی جاسکتی جس کے اقتصادی نظام نے غریب اور امیر کے لیے کوئی متوازن اصول بتایا ہو۔ جس میں دونوں طبقوں کے درمیان عدل، انصاف، رواداری اور سلامتی ہو۔ نہ تو کل کے شاہی نظام نے غریبوں کی تسلی کا کوئی سامان پیدا کیا نہ آج کے جمہوری نظام میں کوئی خاص بات ہے- آج معاشی ڈھانچے کو درست اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی طبقاتی جنگ کو ختم کرنے کے لیے ماہرین کی پوری ٹیم کام کررہی ہے مگر افسوس کہ دنیا کے تمام مدبر اور مفکر اس مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام ہیں-

اسی غریبی اور امیری کی بنیاد پر آج دنیا دو حصوں میں تقسیم ہوچکی ہے۔ ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام ہے جو غریب کو اور غریب اور مالدار کو اور مالدار بنانے میں مصروف ہے۔ برلا اور ٹاٹا کروڑ پتی اور ارب پتی ہونے کے باوجود بھی اپنی جدوجہد میں مصروف اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے نتیجے میں دولت مند ہورہے ہیں اور باقی تمام آبادی غربت وافلاس اور پریشانی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ اس لیے کہ اس طبقے کا مقصد زندگی ہی میں صرف دولت بڑھانا ہے۔ کمیونسٹوں اور اشتراکیوں نے غریبوں کا ہمدرد اور عام خاشحالی کا دعویدار بننے کی بے حد کوشش کی مگر ایک طرف تو روٹی کے نام پر انھوں نے خدا سے بغاوت کرا کے خدا اور بندوں کے رشتے کو توڑ دیا اور دوسری طرف فرد کی اجارہ داری اور انفرادی ملکیت کو

سب سے بڑا جرم قرار دے کر انسانوں کو صرف ایک مشین بنا کر رکھ دیا۔ جہاں محنتوں کے باوجود اس کا اپنا کچھ نہیں ہوتا۔

لیکن قرآن نے نہ تو کمیونسٹوں کی طرح انسانوں کو مشین بنایا اور تمام جائداد کو اسٹیٹ کی ملکیت مانا، نہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی طرح برلا اور ٹاٹا کو جنم دیا بلکہ دونوں کے درمیان ایک انتہائی متوازن فطری اور جامع صورت پیدا کی۔ جس میں فرد کی ملکیت کو بھی تسلیم کیا اور دولت کو ایک جگہ جمع بھی نہ ہونے دیا۔

اسلام ایک ایسے ٹھوس مضبوط اور حقیقی فلسفہ پر قائم ہے جس کا نام قرآن ہے جو پوری دنیا کو انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔ جو دنیا کی صرف روزی روٹی کی بہتری کا خواہش مند نہیں بلکہ روحانی ،مذہبی ،اخلاقی ،سیاسی ،معاشرتی اور ہر قسم کی دینی و دنیاوی بہتری و سربلندی اور فلاح و بہبود کا علم بردار ہے اور ایک ایسے مکمل نظام زندگی کا دعویدار ہے جس میں زندگی کے ہر گوشے کی بہترین رہنمائی موجود ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انسانوں کی زندگی کا مقصد صرف دنیا کی زندگی اور دنیاوی کمال نہیں بلکہ اللہ کی رضامندی ہر انسان کا مقصد حیات ہے۔ مگر اسی کے ساتھ اس کی تعلیم ہے کہ انسان دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے۔ لہذا ایسا نظام قائم ہونا چاہیے جس میں رنگ، نسل، ملک، وطن کا دائرہ نہ ہو اور عدل کے دائرے میں انسان کو زندگی گزارنے کا پورا پورا حق ملے۔

اسی طرح اسلام نے اپنے معاشی نظام کی بنیاد نفع اندوزی اور مہاجنی اصولوں پر نہیں رکھی بلکہ روزی کا حاصل کرنا صرف ضرورتوں کی تکمیل اور زندگی کی پرورش کے لیے بتایا۔ اجتماعی اور انفرادی دونوں اعتبار سے اسلام نفع اندوزی کو روکتا اور ہر شخص کے لیے سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ اسلام معاشیات کو دولت مندوں کے درمیان دوڑ کا میدان نہیں بناتا بلکہ انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے اسے ایک نفع بخش ذریعہ بنا کر عام کرنا چاہتا ہے۔

آج غریبی اور امیری کی جنگ میں رہنے والے غریبی کو ختم کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں ان کا دعویٰ اتنا کھوکھلا ہے کہ اس کی حقیقت دنیا کے ہر ملک میں دیکھی جاسکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ روزی اور معاش کا تعین صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہے اور وہی ہر فرد کا کفیل ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا کے اس عجائب خانے میں اپنے اپنے وسائل کے اعتبار سے

روزی کے حصول میں فرق تو ہوگا لیکن محض امارت وغربت کی بنیاد پر کسی کو روزی سے محروم نہیں رکھا جائے گا بلکہ اس کے حاصل کرنے میں سب کو برابر کا حق دیا جائے گا۔

وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِي الاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. (اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔سورۂ ھود:۱۱۔آیت:۶)

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ. (بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔سورۂ ذٰریات:۵۱۔آیت:۵۸)

قرآن نے ایک طرف تو روزی کا ذمہ دار خدائے واحد کو قرار دیا اور دوسری طرف اسے حاصل کرنے کی دعوت دی:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَائِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرَازِقِيْنَ. (اور تمھارے لیے اس میں روزیاں کردے اور وہ کردے جنھیں تم رزق نہیں دیتے۔سورۂ حجر:۱۵۔آیت:۲۰)

هُوَالَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَافِى الْاَرْضِ جَمِيْعاً. (وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔سورۂ بقرہ:۲۔آیت:۲۹)

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ قرآن تمام انسانوں کو روزی حاصل کرنے کی مساویانہ دعوت دیتا ہے۔البتہ وہ یہ نہیں کہتا کہ روزی سب کے لیے برابر ہو اور یہی عین فطرت ہے۔وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ روزی سب کے لیے ہو اور درجات کا یہ فرق بھی ایسے اعتدال پر قائم رہے کہ کسی حالت میں بھی وہ انسانوں کے درمیان ظلم اور زیادتی کا ذریعہ نہ بننے پائے اور ایسا نہ ہو کہ روزی اور روٹی انسانوں کو دو طبقوں میں تقسیم ہو جانے کا بنیادی سبب بن جائے اور ایک کی ترقی دوسرے کی غربت کا سبب بنے اور دوسرا پہلے کے لیے دولت حاصل کرنے کا ذریعہ ہو کر رہ جائے۔نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ. (ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی۔سورۂ زخرف:۴۳۔آیت:۳۲)

هُوَالَّذِىْ جَعَلَ لَكُمْ خَلٰئِفَ الاَرْضِ وَرَفَعَ بَعضَكُمْ فَوْقَ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآاٰتٰكُمْ. (اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک دوسرے پر

درجنوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی-سورۂ انعام:۶-آیت:۱۶۵)

گویا رزق میں درجوں کا فرق ایک طرح کی آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور دولت مند بنا کر مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی دولت کو تنہا اپنی ملکیت نہ سمجھے اور اس بات کا یقین رکھے کہ وہ جس قدر کمائے گا اس قدر اس کی دولت پر اجتماعی حقوق زیادہ ہوں گے۔ اس لیے کوئی صرف اپنے لیے ہی نہیں کماتا بلکہ جماعت کے دوسرے افراد کے لیے بھی کماتا ہے۔ چناں چہ مہاجنوں کے انداز میں کما کر صرف جمع کرنے والوں کے لیے قرآن فرماتا ہے:

وَالَّذِینَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالفِضَّۃَ وَ لَا یُنفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ. (اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی-سورۂ توبہ۹-آیت:۳۴)

اس کے بعد قرآن سرمایہ داروں سے کہتا ہے کہ جو کچھ تم نے کمایا ہے وہ تنہا تمھارا نہیں ہے بلکہ تمھارے اس مال میں فقیروں اور مسکینوں کا حصہ ہے۔ اپنے سرمایے سے غلاموں کو آزاد کراؤ، قرض داروں کا قرض ادا کرو، مجاہدین فی سبیل اللہ کی خدمت کرو اور اعلاءِ کلمۃ اللہ میں صرف کرو-(مفہوم قرآن) اور اگر خرچ نہیں کرو گے تو ہلاکت میں پڑ جاؤ گے:

وَاَنفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ. (اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو-سورۂ بقرہ:۲-آیت:۱۹۵)

اس طرح قرآن حکیم نے ایک طرف دولت پیدا کرنے کی ترغیب بھی دی اور دوسری طرف مال نہ خرچ کرنے والوں کو ڈرایا، تاکہ سرمایہ دارانہ ذہن جنم نہ لینے پائے اور معاشرے کے کمزور حصے کی پرورش ہوتی رہے۔ مگر حصول دولت اور طلب رزق کی اجازت کے بعد قرآن نے چھوٹ نہیں دی کہ جس طرح چاہو دولت حاصل کرو اور جس طریقے سے ہو سکے غریبوں کا خون چوس کر اپنے عشرت کدے تعمیر کرو۔ بلکہ اس کے لیے بھی کچھ حد اور پابندیاں قائم کیں تاکہ معاشرے میں ناجائز دولت اور کالا دھن نہ آنے پائے اور انسان دولت کی طلب میں اور لالچ میں اندھا نہ ہو جائے۔ اس نے تجارت کو جائز قرار دیا مگر مہاجنی طرز کے کاروبار سے روکا:

اَحَلَّ اللّٰہُ البَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود-سورۂ بقرہ:۲-

آیت:۲۷۵)

اسی کے ساتھ ہمیشہ سے مہاجنوں کا دستور رہا ہے کہ جب وہ کسی سے مال خریدتے تو زیادہ تولتے اور ناپتے مگر بیچتے ہیں تو کم کر کے، ایسا کرنے والوں کے لیے یہ وعیدی آیت: وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ وَاِذَا کَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ. (کم تولنے والوں کی خرابی ہے، وہ کہ جب اوروں ست ماپ لیں، پورا لیں اور جب انھیں ماپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں-سورۂ مطففین:۸۳-آیت:۱،۲،۳)

وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ. (اور سیدھی ترازو سے تولو-سورۂ شعرا:۲۶-۱۸۲)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن حکیم ہر شخص کو روزی اور دولت کمانے کی اجازت دیتا ہے لیکن حرام اور حلال کی پابندیوں کے ساتھ۔ ہر طرح کے حرام اور ہر طرح کے سود اور غلط نفع اندوزی پر مکمل پابندی عائد کرنے کے بعد وہ کمانے والوں سے کہتا ہے کہ تمھاری دولت میں غریبوں کا ایک حصہ واجب الادا ہے۔ پھر بال بچوں اور بیوی کا نان نفقہ ہے اور تمھارے بعد تمھارے مال میں صرف تمھارے بیٹوں کا ہی نہیں بلکہ بیوی کا، بیٹی کا، ماں کا اور مختلف عزیزوں کا حق ہے۔ اس طرح اسلام میں ایک شخص کی دولت بھی ایک شخص کی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ مقرر کردہ حصوں کے مطابق سماج کے دوسرے افراد میں تقسیم ہو جاتی ہے اور ایک کی دولت کا فائدہ سب کو پہنچتا ہے اور کوئی شخص بھی ایک پائی ناجائز رکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا کہ ہر کالے دھن کے لیے اللہ کے دردناک عذاب کی وعید ہے- چناں چہ اسی کا اثر ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات روتے رہے، صبح جب اہلیہ نے دریافت کیا تو فرمایا کہ میری حکومت میں کوئی مسافر یا غریب رات کو بھوکا رہ گیا ہوگا تو میں خدا کو کیا جواب دوں گا-

معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسا نظام حیات جو انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگی میں انسان کے حقوق متعین کر کے پورے معاشرے کو مطمئن کرنے کا سامان کر سکے۔ یہ خصوصیت صرف اور صرف قرآن کی ہے۔ اگر آج بھی دنیا کے مفکرین اور ملکوں کے حکمراں قرآن حکیم کو دستور مملکت بنائیں تو غریبی اور سرمایہ داری کی تمام کشمکش کا خاتمہ ہو جائے-

●●

# ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ''

## قرآنی طرز استدلال کا منفرد، اچھوتا اور فکر انگیز نمونہ

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری

ذاتی کمالات اور اختیاری خوبیوں کے اظہار کا نام ''حمد'' ہے اور یہ بھی اپنی جگہ پر طے ہے کہ کسی کی تعریف و ستائش کو اپنا وظیفۂ زندگی بنا لینے کے لیے دو چیزیں لازماً ضروری ہیں: خوبیوں کا علم اور احسان مندی کا تعلق- اس لحاظ سے پیکر محسوس کی تعریف و ستائش ہمارے لیے بہت آسان ہے کہ اس کی خوبیوں کو بھی ہم دیکھتے ہیں اور اس کے احسانات بھی ہماری نظروں کے سامنے ہیں-

لیکن ایک ہستی جو بے شمار حجابات میں مستور ہو، نہ اس کی ذات ہمارے مشاہدے میں آ سکے اور اس کی صدائے دلنواز سے ہمارے کان آشنا ہو سکیں، نہ اس کی خوبیوں سے باخبر ہونے کے لیے ہم اپنا کوئی ذریعۂ معلومات رکھتے ہوں اور نہ انعامات و احسانات کو اس کی طرف منسوب کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی محسوس شہادت ہو، ایسی اَن دیکھی اور غیر محسوس ہستی کی تعریف اور وہ بھی دل کے حقیقی تاثرات کے ساتھ جتنی مشکل ہے وہ محتاج بیان نہیں- لیکن قرآن نے اس ماورا ہستی کو کائنات کا پروردگار (رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ) کہہ کر ساری مشکل آسان کردی ہے-

مانا کہ پروردگار کی ہستی آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن اس کی پروردگاری تو ہر نگاہ جلوہ پرست کا تماشا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ رحمٰن کو ہم دیکھ نہیں پاتے، پر اس کی رحمتوں کا حسن بے نقاب کس کی نگاہ سے مخفی ہے۔ انگلی اٹھا کر کسی قہار و جبار ہستی کی طرف تو ہم اشارہ نہیں کر سکتے لیکن پہاڑوں کی یہ مہیب چوٹیاں، سمندروں کا یہ قیامت خیز تلاطم، سیاہ بادلوں کا یہ منڈلاتا ہوا لشکر، برق و رعد کی یہ حشر بر پا غارت گری اور ہزار عجز و بے بسی کے ساتھ صبح و شام ڈوبتے ہوئے زندگی کے یہ سفینے کیا کسی غالب و توانا اور قدیر و مقتدر ہستی کے قہر و جبر اور اس کے جلال و جبروت کی

نشان دہی نہیں کرتے۔

نرم و نازک کونپل سے لے کر تناور درخت تک، خاموش کلی سے لے کر ہنستے ہوئے غنچے تک، گھٹاؤں سے لے کر موسلا دھار بارش تک، ابلتے ہوئے چشموں سے لے کر لہراتے ہوئے سمندر تک، ذرۂ پامال سے لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں تک، ہلال کے ابروئے خم دار سے لے کر بدر کے عارض تاباں تک، دانۂ بے مایہ سے لے کر خوشۂ گندم تک اور قطرۂ بے حیات سے جاندار ہیکل تک اور ایک طفل شیر خوار سے لے کر شیخ دانا تک، موجودات کے مختلف طبقات میں جو ایک تدریجی ارتقا اور حکیمانہ تربیت و پرورش کا عمل شب و روز جاری ہے، یہ آنکھوں سے نظر آنے والی پروردگاری اور محسوس ہونے والی رحمت و شفقت کا جمال باکمال نہیں تو اور کیا ہے؟

ردائے لالہ و گل ، پردۂ مہ و انجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

قرآن نے بار بار انسانوں کو صحیفۂ ہستی کے مطالعہ کی جو دعوت دی ہے، وہاں یہی نکتہ پیش نظر ہے کہ انسانی فکر کو محسوسات و مشاہدات کی سطح سے اوپر اٹھایا جائے۔ قرآن نے اپنی بے شمار آیتوں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زمین و آسمان کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی محاسنِ فطرت کی یہ جلوہ گاہیں، فکر و شعور کے کارواں کی منزل اقامت نہیں ہیں بلکہ گذرگاہیں ہیں جو مناظر میں الجھ کر یہاں رہ گیا اسے اپنے ناتمام سفر کا غم اٹھانا ہے لیکن جس کی فکر و نظر کا قافلہ آگے بڑھ گیا اسے ان جلوہائے رنگارنگ کے پیچھے ایک مستور ہستی کا سراغ ضرور مل جائے گا۔

پھر اگر یہ غلط ہے کہ تصویر تو موجود ہو، پر مصور نہ ہو، نقش و نگار دعوت نظارہ دے رہے ہیں لیکن کوئی نقاش درمیان میں نہ ہو، مسیحائی کھلے بندوں نظر آرہی ہو لیکن سر بالیں کوئی مسیحا نہ ہو، فرماں روائی ہر طرف سکے بٹھا رہی ہو لیکن کہیں کوئی فرماں روا نہ ہو تو پھر یہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے کہ پروردگاری تو ہر گوشۂ کائنات میں موجود ہو لیکن پروردگار نہ ہو، کارسازی کھلی آنکھوں نظر آرہی ہو لیکن کوئی کارساز نہ ہو، بساط ہستی قدم قدم پر جلوہ رحمت سے آراستہ ہو لیکن رحمٰن و رحیم نہ ہو۔ اس لیے تسلیم کرنا ہوگا کہ کائنات میں جب ہر طرف پروردگاری موجود ہے تو کوئی پروردگار بھی ہے۔ جب شش جہات میں رحمتوں کے نگار خانے موجود ہیں تو کوئی رحمٰن و رحیم بھی ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ آثار نظر کے سامنے ہیں، موثر نگاہوں سے اوجھل ہے۔ آثار پر مشاہدہ گواہ ہے، موثر کے وجود پر عقل شاہد ہے۔

قرآن کے اس طرز استدلال پر ایک بار پھر نظر ڈالیے، آپ دیکھیں گے بات مشاہدہ سے شروع ہوئی اور عقل تک پہنچی، عقل نے مشاہدے کی مدد سے پروردگار کا وجود تسلیم کیا پھر عقل ہی نے اسے مالک ٹھہرایا اور پھر عقل ہی کو یہ فیصلہ دینا پڑا کہ وہی معبود بھی ہے۔ پھر جو کائنات کے سب سے اشرف واعلیٰ طبقہ یعنی انسانوں کا پروردگار ہے، انسانوں کا مالک ہے، انسانوں کا معبود ہے، لازماً کائنات کے باقی حصے کا بھی وہی پروردگار ہے، وہی مالک ہے اور پھر وہی معبود ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ وہ ساری کائنات کا پروردگار ہے، لازماً ساری خوبیوں کا سزاوار بھی وہی ہے۔ اس لیے ساری تعریفیں، ساری ستائش اور ساری تقدیس اسی کے لیے ثابت ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' (سب خوبیاں اللہ کو، جو مالک سارے جہان والوں کا۔) قرآن نے سورۂ ناس میں اسی ترتیب سے خدا کی الوہیت پر دلیل قائم کی ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ (تم کہو: میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب، سب لوگوں کا بادشاہ، سب لوگوں کا خدا۔)

غور فرمائیے! پروردگاری کا عالم چوں کہ انسانی محسوسات کا سب سے پہلا تاثر ہے، اس لیے اسے پہلے ذکر کیا۔ خدا کی یہی وہ صفت ہے جو بحث واستدلال کے بغیر صرف مشاہدہ کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ بات پروردگاری سے شروع ہو کر الوہیت تک یوں پہنچتی ہے۔ پروردگاری مشاہدہ سے ثابت ہوئی اور پروردگار کا وجود استلزام کے طور پر اس کے ذیل میں تسلیم کرنا پڑا کہ بغیر پروردگار کے پروردگاری کا ظہور ہی ناممکن ہے۔ پروردگار مان لینے کے بعد اب اسی کو مالک بھی تسلیم کرنا پڑا، کیوں کہ یہ بات عقل و عادت دونوں کے خلاف ہے کہ پرورش کرنے والا، ضروریات کی کفالت کرنے والا کوئی اور ہو اور مالک کوئی اور بن جائے۔ اس لیے ماننا پڑا کہ جو پروردگار ہے وہی مالک بھی ہے۔ اور جب وہ مالک ٹھہرا تو ظاہر ہے کہ طاعت وعبادت کا سر بھی اسی کے آگے جھکے گا۔ کیوں کہ یہ بات عقل و عادت کے علاوہ غیرت کے بھی خلاف ہے کہ مالک کوئی اور ہو اور طاعت و بندگی کسی اور کی کی جائے۔ اس لیے ماننا پڑا کہ جو مالک ہے وہی معبود ہے۔ ●●

# ہم قرآن حکیم کی تلاوت کس طرح کریں؟

از:ادارہ

دنیا کی کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں جس نے اپنے پڑھنے والوں کو اپنے مضامین پرغور کرنے کی اتنی تاکید کی ہو جتنی قرآن حکیم اپنے پڑھنے والوں سے کرتا ہے۔قرآن نے بار بار یہ تقاضا کیا ہے کہ اس کے مضامین پرغور کیا جائے،اس کے معانی خوب سوچ سمجھ کر معلوم کیے جائیں اوراس کی بتائی ہوئی ہدایتوں پر مکمل توجہ اور پوراپورادھیان دیا جائے۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی شاید ہی کوئی دوسری ایسی کتاب ہو جسے بلاسوچے سمجھے اس قدر پڑھا گیا ہو جتنا قرآن حکیم کو پڑھا جاتا ہے۔معمولی سے معمولی چیز بھی اگر کوئی شخص پڑھتا ہے تو برابر اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ اس کا دماغ حاضر رہے اور وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے اس کا کچھ نہ کچھ مطلب اس کی سمجھ میں ضرور آتا چلا جائے اور پڑھنے کا یہ مطلب کہ زبان پر پڑھے جانے والے الفاظ ہوں اور ذہن و دماغ بالکل کسی دوسرے خیالات سے بھرے ہوئے ہوں کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے، جو شاید تلاوت قرآن کے علاوہ کسی دوسری پڑھی جانے والی چیز میں نظر ہی نہیں آتا۔

اس بارے میں بطور عذر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ مجبور ہیں،اس لیے برکت وثواب حاصل کرنے کے لیے محض تلاوت کرلیا کرتے ہیں۔یہ عذر بجائے خود بے کار اور بے جان ہے۔اسی کے ساتھ افسوس بالائے افسوس تو یہ ہے کہ قرآن پاک کو محض تبرک اور ثواب کے طور پر پڑھنے کا رواج عربی جاننے والے کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔کتنے لوگ ایسے ہیں جو عربی جانتے ہیں لیکن جب وہ تلاوت کے لیے بیٹھتے ہیں تو سورتوں پر سورتیں اور پاروں پر پارے پڑھتے چلے جاتے ہیں اوراس پورے وقت میں ان کے ذہن ودماغ میں قرآنی ہدایتوں کے مفہوم ومطالب نہیں ہوتے۔

قرآن پاک اللہ کا کلام ہے اور متبرک کلام ہے۔ بلاشبہہ اس کا یوں ہی دہرانا، پڑھنا اور تلاوت کرنا بھی موجب ثواب اور باعث اجر ہے۔ اگر تلاوت کرنے والا خلوص کے ساتھ تلاوت کرتا ہے تو ان شاء اللہ خدا کے یہاں اس کا بھی بہترین اجر و بدلا ملے گا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا قرآن حکیم کا اسی طرح تلاوت کر لینا کافی ہے؟ کھانا کھانا زندگی کے لیے ضروری اور صحت و تندرستی کے لیے مفید ہے لیکن خوش رنگ کھانوں کو دیکھنا اور اس کی بھوک بڑھانے والی خوشبوؤں کو سونگھنا بھی تو فرحت کا سبب ہے۔ اب اگر کوئی شخص کھانے کا مطلب اتنا ہی سمجھ لے کہ بس اسے دیکھا ہی کرے اور اس کی خوشبوؤں سے لطف لیا کرے تو ایسی صورت میں اس کی صحت برقرار رہ سکتی ہے؟ اور کیا آپ اس کے زندہ رہنے کا یقین کر لیں گے؟ زندگی اور صحت کے متلاشی کو کھانا کھانا ضروری ہے جو کوئی پیٹ بھر کر کھائے گا یقیناً تندرست رہے گا اور جو کوئی ایک دم برائے نام کھائے گا وہ اس سے اتنا ہی فائدہ اٹھا سکے گا۔

اللہ کا کلام، اس کی نازل کی ہوئی ہدایت انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کے لیے ایک ضروری غذا ہے۔ اس کے بغیر یہ زندگی باقی نہیں رہ سکتی۔ جو شخص اس غذا سے جتنا فائدہ حاصل کرے گا اس کی روحانی اور اخلاقی زندگی اتنی ہی بہتر ہوتی جائے گی۔ وہ لوگ جو اس غذا کو استعمال نہ کریں اور صرف اس کی خوشبو اور رنگ ہی سے لطف اٹھانے کو کافی سمجھ لیں ان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کی بقا کی کیا امید کی جا سکتی ہے؟ ایسے لوگ اگر اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ قرآن کے مفہوم سے بھی آشنا ہوں تو انھیں چاہیے کہ ترجمے والے قرآن کا مسلسل اور خوب غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں۔

قرآن پاک کی عبارت کا سیدھا سادہ بامحاورہ ترجمہ سمجھنے کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۂ قرآن سے مدد لے سکتے ہیں۔ اس ترجمے کو آپ عربی عبارت کے ساتھ بار بار پڑھیں اور کوشش کریں کہ آپ کو ہر لفظ کا مطلب الگ الگ معلوم ہو جائے۔ ابتدا میں یہ کام کچھ مشکل نظر آئے گا لیکن بہت جلد آپ اندازہ کر لیں گے کہ اس طرح الگ الگ الفاظ کے معنی متعین کرنے میں آپ کی دشواری دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے اور ان شاء اللہ بہت جلد اس کا فائدہ محسوس ہونے لگے گا، بس لگن شرط ہے۔

## نیت کی پاکیزگی

قرآن پاک کے مطالعے کے لیے نیت کی پاکیزگی شرط ہے یعنی اس کے مطالعہ کا مقصد ہدایت حاصل کرنا ہو۔ اس مقصد کے علاوہ اگر کوئی دوسرا مقصد سامنے رکھ کر تلاوت کی جائے گی تو اس سے وہ فائدہ حاصل نہ ہوگا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا ہے۔

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے پیچھے ایک عجیب وغریب اور مستند تاریخ رکھتی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے دیکھتے دیکھتے ایک پوری قوم میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ وہ قوم آگے بڑھ کر عالمگیر انقلاب کی علمبردار بن گئی۔ اس کتاب نے انسانی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ لوگوں کے سوچنے کا ڈھنگ، ان کے سمجھنے کا انداز، نظام سیاست، طرز معاشرت غرضیکہ پوری زندگی کا نقشہ ہی بدل دیا۔ پوری انسانی تاریخ میں اس انقلاب کی مثال نہیں ملتی۔

## اپنے کو بدلنے کا ارادہ

قرآن نہ تو تاریخ عالم کی کوئی کتاب ہے اور نہ تفریح اور محض دل بہلانے کے لیے جمع کیے ہوئے وعظوں کا مجموعہ ہے بلکہ یہ کتاب انسانی زندگی کی ہدایتوں اور رہنمائیوں کا عظیم ترین مجموعہ ہے، ایک زندہ تحریک کا دستور العمل ہے۔ یہ اپنے مخاطبوں کو کچھ کام کرنے پر ابھارتی ہے اور کچھ کام کرنے سے روکتی ہے۔ اپنے ماننے والوں میں کچھ صفات پیدا کرنا چاہتی ہے اور کچھ خرابیاں دور کرنے پر زور دیتی ہے اور جس کتاب میں اتنی ساری خوبیاں ہوں اسے محض پڑھنے کے لیے پڑھنا اس کے مقصد کی تکمیل میں مددگار نہیں ہوسکتا۔ اس لیے جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس طرح اس کتاب کا مطالعہ کریں کہ اس کی بتائی ہوئی ہر بات پر عمل کرنے کو تیار اور آمادہ ہوجائیں۔

●●

# قرآن عظیم انسانی ترمیم سے بالاتر ہے

مولانا کامل سہسرامی

## قرآن کی ضرورت

دنیا جانتی ہے کہ قرآن عظیم اس زمانے میں نازل ہوا جب تمام آسمانی کتابوں میں تحریف کردی گئی تھی اور ظلم و جہالت کی گھنگور تاریکی پورے عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایران کے مجوسی سر سے پاؤں تک شرک کی نجاستوں میں غرق تھے۔ انسانیت وآدمیت کے ایک ایک رشتے کو توڑ کر جانوروں سے زیادہ خراب زندگی بسر کررہے تھے اور حد یہ ہے کہ ماں بیٹی بہن تک سے شادیاں کرلیا کرتے تھے۔ پوری دنیاے عیسائیت بت پرستی کی لعنت میں مبتلا ہوکر توریت کی تعلیمات کو فراموش کرچکی تھی اور ان مشرکانہ عقائد اور رسم و رواج کو عام کرنے میں لاکھوں انسانوں کا خون بھی بہایا جارہا تھا۔ چین کی ساری مذہبیت قبر پرستی اور بھوت پریت کے اوہام میں مبتلا ہوکر اپنے کو خدا کا فرزند سمجھ بیٹھی تھی۔ ویدوں کی تعلیم کے اثرات بھی شراب نوشی، بے حیائی، عریانیت، ننگے پن کا شکار ہوچکے تھے۔ اور عرب ان تمام برائیوں میں دنیا کے تقریباً تمام ملکوں سے بڑھا ہوا تھا۔ مختصر یہ کہ تمام دنیا انتہا سے زیادہ بگڑ چکی تھی اور پہلی آسمانی کتابیں دوسری قوموں کی اصلاح تو کیا کرتیں خود جن قوموں کے لیے نازل ہوئی تھیں ان پر ان کی تعلیم بے اثر ہوکر رہ گئی تھی۔

اس لیے ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی جو کفر وشرک کی تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے توحید و رسالت کی روشنی پھیلائے اور دنیا کو ہر طرح کی اخلاقی برائیوں سے بچائے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے ''قرآن مبین'' آیا۔ قرآن مبین آیا تو اس شان سے آیا کہ اس نے کائنات کی ایک ایک ظلمت، ایک ایک تاریکی اور ایک ایک اندھیاری کا پردہ چاک کردیا اور قیامت تک تاریکیوں، برائیوں اور اخلاقی خرابیوں کے مقابلہ میں حق کی روشنی پھیلاتا رہے گا۔

## قرآن اللہ کا کلام ہے

بہت سے بدنصیب قرآن حکیم کو سرچشمۂ ہدایت تسلیم کرنے کے باوجود اسے خدا کا کلام

ماننے کی بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ماننے کی حماقتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ حالاں کہ قرآن چودہ سو سال سے دنیا کو چیلنج دے رہا ہے کہ اگر یہ انسان کا کلام ہے تو دنیا کے تمام انسان صرف اس کی ایک آیت کے مثل کوئی آیت بنا کر پیش کریں۔ قرآن کا یہ چیلنج دنیا کے تمام زبان دانوں کی قابلیت کے لیے انتہائی ذلیل کن چیلنج ہے اور یہ ذلت ورسوائی اس وقت کے خدا نا شناس زبان دانوں کے لیے بھی ہے، آج کے لیے بھی۔ آج بھی شام، بیروت، دمشق، مصر اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی ہیں جو عربی زبان کے ماہر اور عربی اخبار ورسائل نکالتے ہیں، مستند لغات لکھتے ہیں، قابلیتوں کا مجسمہ ہیں مگر وہ بھی قرآن جیسی چند سورتیں لکھنے سے عاجز ہیں۔ اگر لکھ سکتے تو اب تک پیش کر چکے ہوتے۔

قرآن حکیم کو وہی شخص حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف کہہ سکتا ہے جو حضور کو سچا نہ مانتا ہو اور ایسے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذات رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ ثابت کرے، نہیں تو قرآن کے متعلق اس جھوٹ کو منسوب کرنے کا کوئی حق نہیں۔ جو لوگ قرآن کو حضور کا کلام کہتے ہیں ان ناعاقبت اندیشوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر قرآن حضور کا کلام ہوتا تو حضور اسے خدا کا کلام کیوں کہتے؟ قرآن حکیم جیسی کتاب کا مصنف کہلانا تو خود ایک بڑا اعزاز اور بڑی عزت ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ حضور نے اس سے خود کو الگ رکھا۔ وہ کتاب جس نے لاکھوں دلوں میں صداقت کا چراغ جلایا، سچائی کا نور پھیلایا اور بہت ہی قلیل مدت میں پورے عرب کی کایا پلٹ دی۔ کیا ایسی کتاب ایسے دل، ایسی زبان اور ایسے قلم سے نکل سکتی ہے جو خود سچا نہ ہو اور سچی کتاب کا مصنف معاذ اللہ جھوٹ بولے گا؟ اگر اتنی سچی اور پاک کتاب کو پیش کرنے والا بھی پاک اور سچا ہی ہو سکتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن عزیز کو جس خدائے وحدہٗ لاشریک کا کلام بتایا ہے، بلاشبہہ وہ اسی خدائے واحد کا کلام ہے۔

## قرآن بعینہٖ محفوظ ہے

آج دنیا بھر میں جس قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہیں وہ سولہ آنہ وہی ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک زبان سے حرفاً حرفاً سنایا۔ اس سلسلے میں ناعاقبت اندیشوں کا یہ الزام بھی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل طور پر کتابِ الٰہی نہیں رہی بلکہ اس کے اندر عہد عثمانی اور دیگر

صحابہ کے زمانے میں بھی تبدیل اور ترمیم کی گئی ہے۔ان متعصبین کو یہ نظر نہیں آتا کہ جس کتاب کی حفاظت کا اعلان خود پروردگار عالم نے فرمایا اس میں ترمیم کس طرح ہو سکتی ہے؟ جس کتاب کا ایک زیر، زبر، پیش اور تمام حروف اپنے اعداد و شمار کے ساتھ محفوظ کر دیے گئے ہوں اس کتاب میں ترمیم کا تصور کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

آج عرب میں جس آیت پر جہاں زیر پڑھا جاتا ہے وہیں ہندوستان والے چین و جاپان والے بھی زیر ہی پڑھتے ہیں۔ناممکن ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں پورے قرآن میں کہیں زیر یا زبر کا بھی فرق ہو۔اگر حفاظت الٰہی خود کار فرمانہ ہوتی تو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی اس کتاب میں غلطی کا ہونا بالکل ضروری تھا۔

یہ الزام کہ حضرت عثمان کے زمانے میں قرآن میں تحریف ہوئی ، ان بہت سارے الزامات میں سے ایک ہے جسے مخالفین اسلام پر عائد کرتے ہیں۔دنیا جانتی ہے کہ اسلام کی نماز میں تین نمازیں ایسی ہیں جن میں قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اور چوں کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جہاں سے چاہے اور جتنا چاہے پڑھے، اس لیے دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں انسان سیکڑوں مقام پر مختلف سورتیں اور آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ایک پڑھتا ہے اور سیکڑوں مقتدی اس کو سنتے ہیں اور ان سننے والوں میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں جن کو پڑھی جانے والی آیتیں یاد ہوتی ہیں اور کہیں کوئی شخص ایک زیر، زبر کا فرق نہیں محسوس کرتا۔کیا یہ قرآن کے محفوظ ہونے کی دلیل نہیں؟ خلافت عثمانی سے پہلے تو قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی تھی اور اس کے ہزارہا ہزار نسخے سیکڑوں شہروں تک پہنچ چکے تھے۔اس لیے حضرت عثمان کے اختیار سے باہر کی بات ہے کہ وہ سب کے دماغوں، سب کی زبانوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک لفظ کی کمی بیشی بھی کر سکیں۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام نے چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی مسائل میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا ہے۔لیکن اگر وہ کسی طرح کی تحریف کرتے تو اس وقت کے مسلمان کس طرح خاموش بیٹھ جاتے؟ اس زمانے میں مصر کے لوگ حضرت عثمان کے شدید مخالف تھے اور ان کی مخالفت اتنی بڑھی کہ مصریوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور

حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا، مگر ان کا بدترین دشمن بھی ان پر تحریف قرآن کا الزام نہ لگا سکا۔ کیا یہ تمام باتیں اس بات کا ثبوت نہیں کہ حضرت عثمان کے زمانے کا مصحف وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنایا اور ان کا سنایا ہوا قرآن وہی ہے جسے پروردگار نے نازل فرمایا۔ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سریر آرائے مسندِ خلافت ہوئے اور وہ اپنی خلافت کے پورے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور نہ اس ترتیب کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی تبدیلی کا ہلکا سا بھی کوئی امکان ہوتا تو صحابہ ترتیب عثمانی پر مطمئن ہی نہ ہوتے۔

قرآن حکیم میں تبدیلی تو ناممکن ہے۔ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت اور حسن معنی کی بنیاد پر تو کائنات کو چیلنج کر رہا ہے کہ اگر بنا سکتے ہو تو اس جیسی چند آیتیں بنا لاؤ۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو نہ معلوم کتنے اہل زبان اس کی ترمیم کی کوشش کرتے۔ اہل زبان کی عاجزی خود پکار رہی ہے کہ ایسی کتاب انسانی دسترس سے باہر کی بات ہے۔ آج قرآن کے مقابلے میں دوسری تعلیمات کی اشاعت پر سیکڑوں روپے پانی کی طرح محض اس لیے بہائے جا رہے ہیں تا کہ اس کی تعلیم کی روشنی کو دھندلا کیا جا سکے۔ کیا کوئی تبدیلی ممکن ہوتی تو مخالفین اسی کی کوشش کر کے اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہوتے۔ پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عہد عثمانی میں قرآن میں تبدیلی کی گئی گویا وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب اور اللہ کا کلام ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ قرآن کو خدا کی کتاب تسلیم نہ کرتے تو تبدیلی کا الزام نہ لگاتے۔ اس لیے کہ انسانی کتابوں میں نہ تبدیلی کی کوئی اہمیت نہ الزام کی کوئی حیثیت ہے اور جب یہ بات ثابت ہے کہ الزام لگانے والے اسے خدا کا کلام تسلیم کرتے ہیں تو ان کا الزام تو آپ ہی ختم ہو گیا، اس لیے کہ خدا اسی کتاب میں اعلان فرما رہا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ. (بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں - سورۂ حجر: ١٥- آیت: ٩)

●●

# توہین رسالت کا مرتکب قرآن کی نظر میں

مولانا کامل سہسرامی

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی افضل ترین شخصیت، خداوند قدوس کے محبوبِ برحق اور کون و مکان کی آخری معراج ہیں۔ آپ کا ادب حاصلِ ایمان، آپ کی محبت روحِ ایمان، آپ کا احترام خلاصۂ زندگی اور آپ کی عقیدت عصرِ حیات ہے۔ سچ پوچھیے تو حضور کی محبت، عظمت، توقیر واحترام کا نام ایمان ہے اور حضور کی عداوت و دشمنی کا نام کفر ہے:

به مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

گویا دین کا خلاصہ اور ایمان کا حاصل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس شخص کے دل میں حضور کی جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اتنا ہی اپنے ایمان میں کامل ہوگا اور جس شخص کے دل میں جتنی عداوت ہوگی وہ اتنا ہی بڑا بے ایمان ہوگا۔

پروردگار عالم قہار و جبار بھی ہے اور رحمٰن و رحیم بھی ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب و جلال سے بہت ہی زیادہ ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ خدا اپنے گستاخوں، بے ادبوں اور خدائی کا انکار کرنے والوں کو معاف کردے لیکن اپنے حبیب کے گستاخ کو اور اپنے رسول کی توہین کرنے والوں کو خدا کبھی معاف نہیں کرتا۔ گستاخانِ نبوت نے جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی، آپ کی عزت و عظمت پر حملہ کیا تو قرآن نے فوراً اس کی مدافعت کی اور توہین کرنے والوں کو اسی وقت جواب دیا اور اپنے رسول کی توہین کرنے والوں کو قیامت تک کے لیے رسوا کردیا۔ ایسی رسوائی کہ تاریخ کا ہر طالب علم لعنت بھیجتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر کھڑے ہوکر معشر القریش کو آواز لگائی، اس آواز پر تمام لوگ آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ پر سے ہی دریافت فرمایا، لوگو! اگر میں یہ

کہوں کہ پہاڑی کے دوسرے کنارے پر ایک بڑا بھاری لشکر ہے جو عنقریب تمھیں اور تمھاری بستیوں کو تباہ کردے گا تو کیا تم میرا اعتبار کرو گے؟ لوگوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر چہ ہم اس طرح کے کوئی آثار نہیں دیکھتے لیکن آپ کہتے ہو تو مان لیں گے، اس لیے کہ آپ صادق وامین ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریشیو! تمھارا یہ شرک، یہ کفر یہ بت پرستی، یہ خدائے واحد کی سرکشی اس دشمن سے بھی زیادہ بھیانک ہے جس کے تعلق سے میں نے تم سے کہا۔ اس لیے تم اس سے باز آجاؤ، تاکہ وادیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ قوم کے اور افراد تو یہ پیغام سن کر خاموش رہے مگر اس مجمع میں ابولہب سے نہ رہا گیا، اس نے تیوریاں چڑھا کر غصے میں کہا: ''تَبّاً لَکَ یَا مُحَمَّدُ ! اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟'' محمد! تمھارے ہاتھ ٹوٹ جائیں، کیا ہم لوگوں کو اسی لیے جمع کیا تھا؟

اس بھرے مجمع میں یہ پہلی بھرپور توہین تھی جسے ابولہب کی بے ایمانی نے کیا۔ رحمت عالم تو رحمت عالم ہیں، خموشی سے برداشت فرمالیا مگر خداوند قدوس کی محبت کو اپنے محبوب کی توہین گوارا نہ ہوئی اور خدائے غضب وجلال نے اسی وقت سورہ لہب (تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ) نازل فرمائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

(تباہ ہوجائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور تباہ ہو ہی گیا، اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا، اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو، لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے، اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّا۔ (سورۂ لہب: ۱۱۱- آیت: ۱، تا ۵)

اس کی بیوی بھی دشمن رسول تھی، یہ جنگل سے لکڑیاں لاتی، کام کے لائق تو خود استعمال کے لیے رکھتی اور کانٹوں کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھا دیتی۔ اس لیے قرآن نے دونوں کے لیے دنیا اور آخرت کی توہین وذلت کی سند دے دی۔ ابولہب خود طاعون میں مرا۔ عرب کے لوگ طاعون سے سخت نفرت کرتے تھے، ڈر کے مارے اس کی لاش کو گھر سے نہ اٹھایا بلکہ چھت کھول کر اوپر سے اس قدر مٹی اور پتھر اس کے ناپاک جسم پر پھینکے گئے کہ وہی اس کی قبر ہوگئی۔ اس کی عورت کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید دشمنی تھی، جنگل جاتی لکڑیاں لاتی اور تمام کانٹے رات کو حضور کی راہ میں بچھا دیتی۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس عورت کی موت ٹھیک قرآن کے

اعلان کے مطابق ہوئی۔ ایک مرتبہ یہ لکڑی لے کر آرہی تھی کہ راہ میں تھک گئی۔ لکڑی کے گٹھر کو پتھر سے ٹکا کر خود ستانے لگی۔ چلنے کے ارادے سے جب گٹھر اٹھایا تو اس میں ٹکا ہوا پھندا اس کی گردن میں پڑ گیا۔ پھندا نکالنے کی کوشش میں لکڑی کا بوجھ سر سے پھسل کر پیٹھ کی طرف لٹک گیا اور گلے کی رسی لکڑی کے تناؤ سے موت کا پھندہ بن گئی اور وہ ہلاک ہوگئی۔

مکہ میں ایک جماعت ان دشمنوں کی تھی جن کا دن رات کا کام اور مشغلہ یہی تھا کہ وہ حضور کا مذاق اڑائیں، آوازے کسیں، تبلیغ کے وقت شور وغل کریں، منہ چڑائیں، توہین اور تذلیل کریں۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا: ''اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ'' (بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمھیں کفایت کرتے ہیں۔ سورۂ حجر:۱۵-آیت:۹۵)

چناں چہ اس پارٹی کے تمام ممبران عجیب عجیب دردناک انداز سے مرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ تبلیغ فرمانے لگے اور لوگ داخل اسلام ہونے لگے تو کفار و مشرکین نے آپ کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ دوسری طرف قرآن نے اعلان کیا: ''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَائِفِیْنَ.'' (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے۔ سورۂ بقرہ:۲-آیت:۱۱۴)

اور چند ہی دنوں کے بعد دنیا نے دیکھا اور دیکھ رہی ہے کہ خانۂ کعبہ کے اندر مشرکین کا داخلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم کا انتقال ہوا تو کفار و مشرکین نے طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا کہ محمد کی نسل ختم ہوگئی اور یہ مقطوع السلسلہ ہوگئے۔ مطلب آپ کے دل کو تکلیف پہنچانا اور جذبات کو ٹھیس پہنچانا تھا۔ ان کے جواب کے لیے فوراً قرآن اترا اور آپ کی تشفی اس طرح کی گئی: ''اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ o'' (اے نبی! بے شک ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو، بے شک جو تمھارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ سورۂ کوثر:۱۰۸-آیت:۱،۲،۳)

ایک صحابی جو اونچا سنتے تھے اپنی عادت کے مطابق بارگاہِ رسالت میں آتے تو بھی اونچی آواز سے بولتے اور یہ محض سماعت کی خرابی کی وجہ سے عادتاً تھا اور کوئی بات نہ تھی مگر پروردگار کو یہ بھی منظور نہ ہوا کہ کوئی شخص اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح زور زور سے بولے کہ بولنے والے کی آواز نبی کی آواز پر غالب ہو:

''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.''

(اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمھارے عمل اکارت نہ ہو جائیں-سورہ حجرات:۴۹-آیت:۲)

مختصر یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور توہین کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں کسی بھی عزت کی جگہ اور عافیت کا مقام نہیں۔قرآن کے اعلانات خود انھیں رسوا کر رہے ہیں۔ذات رسالت پناہی کے بعد قرآن کی تکمیل بھی ہوگئی،لیکن اگر قرآن مجید نازل ہوتا رہتا تو آج جو لوگ بارگاہِ رسالت کی توہین و تذلیل میں مصروف ہیں ان کے بارے میں قرآن کا اعلان وہی ہوتا جو اس سے قبل وہ اعلان کر چکا ہے-

●●

# خدامانِ مصحف اور خطاطانِ قرآن

سید الخطاط سید احمد حسین صفوی نظامی

**(نوٹ)**- تاج محل اور لال قلعہ کو جہاں ایرانی کاریگروں کے فن کمال نے ایک اچھوتا حسن دیا ہے وہیں خطاطوں اور خوش نویسوں نے اس کے حسن و جمال کا سنگھار اور اس کی رعنائیوں و دلفریبیوں کو چار چاند لگائے ہیں اور یہ بھی قرآن کا ایک اعجاز ہے۔ تاج محل اور اس کی کاریگری جہاں ایک دیکھنے والے کو محوِ حیرت کرتی ہے وہیں آیات قرآنی کی عدیم المثال کتابت کرنے والوں کی مہارت بھی اسے متحیر کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ قرآن عزیز کے ترجمے، اس کے معانی، اس کی تفسیر اور تشریحات میں جہاں صحابہ، ائمہ اور علما نے محنت و کاوش کی ہے اور قرآن سے متعلق ایک ایک گوشے پر تحقیق کر کے اہل اسلام کو قرآن فہمی کا سرمایہ دیا ہے وہیں کاتبوں، خوش نویسوں اور خطاطوں نے اس کے الفاظ کو حسن سے سجانے کی سعادت حاصل کرنے میں کافی محنت کی ہے۔ مغل دور حکومت خطاطی کے عروج کا دور تھا۔ اس کے بعد یہ فن دھیرے دھیرے انحطاط پذیر ہوتا گیا اور آج اس دور میں ماہرین فن شاید گنے چنے رہ گئے ہیں۔ سید احمد حسین صاحب الٰہ آبادی اس دور کے خوش نویسوں میں ایک امتیازی مقام کے مالک ہیں اور اپنے فن کے لائق تکریم اور قابل قدر استاذ ہیں۔ موصوف کے نمونۂ کتابت کی سطر سطر اور حرف حرف میں فنی کمال اور خطاطی کی مہارت اپنے حسن و جمال کے ساتھ انگڑائیاں لیتی نظر آتی ہے۔ فن کی مناسبت سے آپ کا مضمون خطاطان قرآن قابل قدر مضمون ہے اور نمونۂ خطاطی کس پایہ کا ہے یہ میں نہیں آپ ہی بتائیے۔ **(کامل سہسرامی)**

''مغلیہ دور برصغیر ہند میں خطاطی کا عہد زریں ہے، یہ اسی دور کی برکت و سعادت کی کرشمہ کاریاں ہیں، طوائف الملوکی اور فرنگی دور سے گذر کر آج بھی اس فن کا پھریرا پوری شان سے لہرا رہا ہے۔ خطاطان قرآن پاک نے کلام اللہ کو ہر قسم کی تغیر و تحریف سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں جو

بے پایاں خدمات سرانجام دی ہیں ان کا تقاضا تھا کہ ان باکمالوں کے نام تاریخ کے صفحات میں محفوظ کردیے جائیں۔ اسی مقصد و جذبے کے تحت برصغیر ہند کے ان خطاطان قرآن کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جارہا ہے۔

**سلطان ابراہیم غزنوی:** سلطان ابراہیم غزنوی بن سلطان مسعود بن محمود غزنوی، یہ نہایت نیک اور بہادر تھے، خوش نویسی میں کمال رکھتے تھے، ہر سال اپنے ہاتھ سے دو قرآن پاک لکھتے تھے، ایک مدینہ منورہ بھیجتے اور دوسرا مکہ معظّمہ۔ تقریباً چالیس برس انھوں نے حکومت کی۔ ۴۹۲ھ میں وفات پائی۔

**سلطان ناصرالدین محمود:** سلطان ناصرالدین محمود بن سلطان التمش بادشاہ دہلی۔ یہ فرشتہ سیرت بادشاہ اپنی فرصت کے اوقات کتابتِ کلام پاک میں صرف کرتا تھا۔ مورخ برنی کا بیان ہے: ''بیشتر نفقۂ خود از وجہ کتابت مصحف ساختے۔'' جب سلطان کے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخوں کو ہدیہ کرنے کے لیے بازار میں بھیجا جاتا تھا تو کاتب کا نام خریدار سے پوشیدہ رکھا جاتا تھا تاکہ ایسا نہ ہو کوئی شخص زیادہ قیمت دے کر خریدنے کی کوشش کرے۔ ایک مرتبہ ایک امیر نے جس کو کسی طرح یہ راز معلوم ہوگیا تھا معمول سے زیادہ ہدیہ دیا تو سلطان کو یہ بات ناگوار ہوئی، ان کا خیال تھا کہ ایسی صورت سے قوت حلال میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ طبقات اکبری میں ہے کہ سلطان ایک سال میں کلامِ پاک کے دو نسخے تیار کر لیتا تھا۔ سلطان کے انتقال کے تقریباً سو سال بعد تک یہ نسخے دہلی میں محفوظ تھے۔ ۶۶۵ھ میں وفات پائی۔

**مولانا جلال الدین مانک پوری:** مولانا جلال الدین، مولانا حسام الدین مانک پوری قدس سرہ کے جد بزرگوار ہیں، عالم و عابد اور صابر و متقی تھے۔ تذکرۂ علمائے ہند میں ہے:

''خوردنِ او از کسبِ کتابت بود، مصحف می نوشت و بدہلی فرستاد بہ پانصد تنکہ ہدیہ می شدی۔'' (آپ کتابت کی کمائی سے روزی حاصل کرتے تھے۔ قرآن لکھ کر دہلی بھیجا تو پانچ سو روپے ہدیہ ملے۔) اسی تذکرہ میں ہے: ''ہرگز بے وضو قلم نہ گرفتے'' (کبھی بلا وضو قلم کو ہاتھ نہ لگایا۔) حضرت سلطان نظام الدین اولیا کے خلیفہ شیخ محمد سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔

**عبداللہ ہروی:** عبداللہ ہروی قرآن پاک کے سرآمد روزگار خطاط گزرے ہیں۔ انھوں

نے یاقوت کے طرز تحریر کو یہاں تک اپنایا کہ خط میں تمیز مشکل سے ہوتی تھی۔ ایک عرصہ بغداد شریف میں رہے پھر تباہی بغداد کے بعد ہندوستان آگئے۔ یہاں امرا و وزرا کے مقرب ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد ہندوستان سے وطن واپس پہنچے اور چھیاسی سال کی عمر میں ۸۸۰ھ میں وفات پائی۔ اس نادر روزگار خطاط نے ۴۵؍ قرآن مجید اپنی یادگار چھوڑے اور عمدہ شاعر بھی تھے۔

**بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر:** بابر بادشاہ ایک عمدہ خطاط بھی تھے۔ ان کا خط خطِ بابر کہلاتا ہے۔ تیموریوں کی یہ عام رسم تھی کہ وہ قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے۔ چناں چہ بابر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن وہاں نذر کیا۔ ملا عبد القادر بدایونی کے مطابق یہ قرآن مجید خاص خط بابری میں لکھا گیا تھا۔ بابر کا سلسلۂ تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے۔

**سلطان مظفر الحلیم گجراتی:** سلطان مظفر الحلیم گجراتی بن محمود بن احمد بن محمد بن مظفر گجرات کے سلطان عادل تھے۔ ۲۰؍ شوال ۸۷۵ھ ۱۴۷۰ء میں گجرات ہند میں پیدا ہوئے۔ آپ محدث، فقیہ اور حافظ کلام اللہ تھے، ہمیشہ باوضو رہتے، دربار میں با جماعت نماز ادا فرماتے۔ آپ نے دو قرآن پاک بخط جلی آبِ زر سے لکھ کر حرمین شریفین بھجوائے۔ ۹۳۲ھ میں وفات پائی۔

**دارا شکوہ:** دارا شکوہ بن شاہ جہاں بادشاہ باکمال مصنف و شاعر اور خطاط تھے۔ امام الخطاطین آقا عبد الرشید دیلمی کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ تذکرۂ خوش نویسان میں ہے کہ: ''دارا شکوہ پسر شاہجہاں بادشاہ شاگرد عبد الرشید آقا است برویۂ آقا عبد الرشید شاید کہ مثل اونوشتہ باشد۔'' دارا شکوہ نسخ و نستعلیق دونوں میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کلام پاک کا نسخہ عزیز باغ لائبریری حیدر آباد دکن میں ہے جس کے حروف شروع سے آخر تک سنہرے ہیں۔ ایک مطلّا پنج سورہ کا نسخہ بخط نسخ اور ایک دہ پند ارارسطو کا نسخہ بخط نستعلیق وکٹوریہ میموریل کلکتہ میں محفوظ ہے۔

**سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر:** یہ درویش صفت اور ولی سرشت بادشاہ قرآن پاک کا بلند پایہ خطاط تھا۔ مرأۃ العالم میں ہے کہ انھوں نے حاجی قاسم تلمیذ فتح اللہ شیرازی سے خط نسخ کی تعلیم حاصل کی۔ ماثر عالمگیری میں ہے کہ انھوں نے دو قرآن پاک مُطلّاً ومُذَھّب تحریر

فرما کر حرمین شریفین ارسال کیے۔ بزم تیموری میں ہے کہ ان کا ایک قلمی قرآن ٹیپو سلطان شہید کے علمی خزانہ کا گوہر نایاب تھا جو اعلیٰ خطاطی کے علاوہ بہترین جلد بندی کا نمونہ تھا۔ جس کی آرائش پر نوّے ہزار روپے صرف ہوا تھا۔ یہ نسخہ اب انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے۔

**محمد یحییٰ لکھنوی:** خط نسخ کے استاد کامل تھے، یہ ہادی علی اور میر بندہ علی "مرتعش رقم" کے ہم عصر تھے، طباعت کے لیے پہلا قرآن مجید لکھنؤ میں آپ نے ہی لکھا تھا۔

**منشی ہادی علی:** دہلی وطن تھا مگر لکھنؤ میں سکونت اختیار کیے ہوئے تھے، اساتذۂ فن میں سے تھے، نستعلیق میں حافظ ابراہیم بن حافظ نور اللہ لاہوری کے شاگرد تھے۔ خط نسخ کالپی کے کسی خطاط سے حاصل کیا۔ مطبع نولکشور سے آپ کے لکھے ہوئے کلام پاک شائع ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں منشی شمس الدین، اعجاز رقم اور حامد علی مرصع رقم یگانۂ روزگار ہوئے۔

**فاطمۃ الکبریٰ:** منشی محمد الدین کی صاحبزادی اور مشہور خطاط یوسف دہلوی کی ہمشیرہ تھیں۔ خط نسخ کی باکمال خطاطہ تھیں۔ اپنے ننھیال سمبڑیال ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں، انھوں نے اپنے والد ماجد سے اکتساب فن کیا۔ ان کی شادی منیر انوالی سیالکوٹ کے سردار محمد سعید سے ہوئی۔ ہمارے علم میں ہندستان کی واحد خاتون ہیں جنھوں نے کلام پاک کی کتابت میں اپنا نام پیدا کیا۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تین حمائلیں چھپ چکی ہیں۔ ایک فتح الحمید کے نام سے، ایک پنج سورہ نظام دکن میر عثمان علی خان کے لیے لکھا، جس پر انھیں تاحیات وظیفہ سے نوازا گیا۔

(ماخوذ از: تذکرۂ خوش نویساں)

●●

# قرآن کی روشنی میں عورت کی شخصیت

مولانا کامل سہسرامی

جب تک دنیا قرآن کی تعلیم سے ناآشنا تھی اس وقت تک اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ عورت کی کوئی حیثیت یا کوئی شخصیت یا اس کا کوئی شمار اور زندگی میں اس کا کوئی حصہ ہے؟ قرآن آیا تو عورتوں کی حیثیت متعین ہوئی، ان کے حقوق مقرر ہوئے اور معاشرت میں ان کی اہمیت تسلیم کی گئی۔

عیسائیت کی پوری مذہبی تعلیم میں نہ تو عورتوں کا کوئی حق نظر آتا ہے نہ کوئی حصہ۔ یہودی تعلیمات میں بھی عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایران کے قدیم مذہب میں بھی عورت کے لیے معاشرے میں کوئی عزت اور سربلندی کا مقام نہیں۔ شاستروں اور ویدوں کی تعلیمات میں بھی عورت کی نہ تو کوئی مستقل شخصیت تھی نہ مذہبی حیثیت سے آج بھی عورت کسی حصے کی حق دار ہے۔ عرب والوں میں بھی عورت سماج کا ذلیل ترین حصہ اور ناقابل توجہ عنصر تھی۔ مختصر یہ کہ عورت پوری دنیا کے مذہبی تعلیم میں کسی حیثیت سے بھی لائق شمار نہ تھی۔ قرآن آیا تو پوری کائنات میں ایک ایک کے حقوق لے کر آیا، ہر ایک کی سماجی حیثیت متعین کی، تاکہ خدا کی اس بستی میں کوئی بھی بغیر حیثیت کے نہ رہے۔ قرآن نے معاشرے کے ہر گوشے میں عورت کو شریک اور حصہ دار بنایا۔

آج کے ترقی یافتہ اور جدید تہذیب وتمدن کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے عورت کو زندگی کے تمامی حقوق عطا کیے ہیں اور حیات کے ہر شعبے اور زندگی کے ہر دور میں اسے برابر کا حصہ دار بنایا ہے لیکن جدید دنیا کے تمام دعوے ایک مہمل فریب، ایک حسین جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قرآن نے تو زندگی کے خارجی اور داخلی امور میں عورت اور مرد کے حقوق متعین کر دیے اور تاکید کر دی کہ خبردار کوئی بھی اپنے حق سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ جب کہ نئی تہذیب نے تمام حدود کو توڑ کر عورت کو آزاد تو کر دیا مگر معاشرے اور خاندان کے پورے ڈھانچے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

قرآن نے مرد کو تمامی خارجی امور کا ذمہ دار بنایا اور عورتوں کو گھر کے پورے ماحول کی نگرانی سپرد کی اور جب تک سماج کا یہ ڈھانچہ برقرار رہا معاشرہ صالح، پاکیزہ اور اخلاق سے معمور رہا اور جب یہ حد بندیاں توڑ دی گئیں تو پورا معاشرہ انسانیت کے جسم کا ایسا ناسور بن گیا جس کا علاج خود آج تہذیب کے علم برداروں کے پاس نہیں ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ جدید تہذیب نے عورت کو آزادی کے نام پر کیا دیا؟ اسے گھر سے نکالا اور بازاروں، دُکانوں اور آفسوں میں لے آئی۔ مطلب یہ کہ ایک عورت دن بھر مرد بن کر آفسوں، کارخانوں اور دوکانوں میں روزی کمانے کا سخت ترین کام بھی کرے اور شام کو عورت بن کر مرد کی دلچسپی کا سامان بھی پیدا کرے اور اس طرح آزادی کے نام پر اس کمزور صنف کے کندھوں پر سماج کا دوہرا بوجھ ڈال دیا گیا۔ اگر اسی کا نام آزادی ہے تو پھر پابندی کس کا نام ہوگا؟ جب کہ قرآن نے اس جنس لطیف کی نزاکتوں کا پورا خیال رکھا اور اتنا ہی بوجھ ڈالا جتنا اس کی نزاکت برداشت کر سکے۔ آج کی تہذیب نے دنیا کو ایک شاداب چراگاہ سمجھ کر عورت و مرد کو ہر طرح چرنے کی چھوٹ دے دی، جب کہ قرآن نے کہا کہ دنیا کوئی چراگاہ نہیں کہ جس کا جہاں جی چاہے منھ مارتا پھرے، بلکہ مرد و عورت پر پابندی عائد کر دی کہ اپنی اپنی پسند کے مطابق کسی ایک کا انتخاب کر لو اور تقویٰ و طہارت اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرو۔

قرآن حکیم نے عورت کو بیوی کی حیثیت میں پیش کیا تو فرمایا: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. (وہ تمھاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔ سورۂ بقرہ: ۲- آیت: ۱۸۷)

یعنی شوہر بیوی کے لیے ستر پوش ہے اور بیوی شوہر کی ستر پوش۔ یہ لباس جہاں ستر پوشی کے کام آتا ہے وہیں جمال و آرائش کا بھی ذریعہ ہے۔ مطلب یہ کہ شوہر بیوی کا سہاگ اور بیوی شوہر کے لیے جمال حیات۔ اور قرآن نے جب عورت کو ماں کے روپ میں پیش کیا تو فرمایا:

وَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا. (تو ان (ماں، باپ) سے ہونہہ نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا۔ سورۂ بنی اسرائیل: ۱۷- آیت: ۲۲)

ہر مرد کسی کا بیٹا ہے اور اس کے لیے لازم ہو گیا کہ وہ اس عورت کو جو اس کی ماں ہے ایک لفظ بھی کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس کی خدمت زیادہ کروں؟ فرمایا: ماں کی۔ دریافت کیا: پھر کس کی؟ فرمایا: ماں کی اور جب چوتھی بار پوچھا: پھر کس کی خدمت کروں؟ فرمایا: باپ کی۔ مطلب یہ ہوا کہ اولاد پر باپ کے حقوق کے اعتبار سے ماں کا تین گنا حق ہے۔

قرآن کی نگاہ میں عورت ایک مستقل شخصیت ہے۔ قرآن کے قانون وراثت میں عورت کو بیوی، بیٹی اور ماں کی حیثیت میں ہمیشہ، بہن، نانی، دادی اور بھتیجی کی حیثیت میں اکثر حصہ ملتا ہے اور یہ حصہ قطعی اور متعین ہے۔ اس طرح سماج میں عورت ایک مستقل فرد کی حیثیت سے ہے۔ وہ باپ، شوہر، یا بیٹے کی دست نگر نہیں۔ قرآن مرنے والے کی جائیداد میں عورت کو حصہ بھی دلاتا ہے، شوہر سے مہر بھی دلاتا ہے اور باپ، شوہر اور بیٹے سے نفقہ بھی دلاتا ہے۔ اور کوئی شخص بھی جائیداد میں اس کا حصہ اس کی مرضی کے بغیر لے نہیں سکتا۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں عورت کی مستقل حیثیت کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کسی کے ساتھ اسے شادی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ جس طرح مرد کی اپنی پسند ہے اسی طرح عورت کو بھی پسند کا حق ہے اور کسی کو اختیار نہیں کہ اس کی رضا مندی اور منظوری کے بغیر اس کا نکاح کسی کے ساتھ کر دے۔ جس طرح مرد کی رضا مندی ضروری ہے اسی طرح عورت کی بھی۔

عورت کی عفت، عزت اور پاکدامنی پر الزام لگانے کو بدترین جرم قرار دیا ہے۔ اگر الزام غلط ثابت ہو گیا تو ایسے الزام لگانے والے کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے اور ساری عمر کسی بھی اسلامی عدالت میں اس کی گواہی اور شہادت قبول نہ کی جائے گی۔

ان تمام حقوق، اعزاز و عزت کے ساتھ ہی اسلام نے عورت کو پابند بھی کیا ہے اور حکم بھی دے دیا ہے: يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. جب وہ چلیں تو اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں اور اپنے پاؤں کو زور سے مارتی ہوئی نہ چلیں، تاکہ ان کی چھپی ہوئی زینتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ کہیں فرمایا: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. اگلی جاہلیتوں جیسا بناؤ سنگار نہ کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم نے عورتوں پر یہ جو پردے کی پابندی عائد کی ہے وہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ جن قوموں نے پردے کو ترک کر دیا، ان کی

اخلاقی حالت بھی انتہائی پست اور خراب ہو چکی ہے۔ آج بے حیائی، بے شرمی اور برائی کی جو گرم بازاری نظر آتی ہے وہ صرف اس لیے کہ نئی تہذیب نے پردے کو ایک بے کار شے سمجھ کر ترک کرنے کی حماقت کی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جو قومیں تباہ و برباد ہو گئیں شیطانیت حد سے زیادہ ان کے اندر تجاوز کر چکی تھی۔ ان کے افسانے، کہانیاں، اشعار، تصویریں، عبادت خانے، سب اس بات پر گواہ ہیں اور جو قومیں آج بھی تیزی سے تباہیوں اور بربادیوں کی طرف جارہی ہیں ان کی بربادیوں کی وجہ بھی شیطانیت کے سوا کچھ نہیں۔ بے پردگی جتنی عام ہوگی، شہوانیت بھی اسی انداز سے عام ہوتی جائے گی۔ ورنہ آخر کیا بات ہے کہ آج سوسائٹی میں عورت کو عورتوں سے زیادہ مرد کی صحبت پسند ہے؟ کیا وجہ ہے کہ جسم کی نمائش کا شوق حد سے زیادہ بڑھتا چلا جارہا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ عورت کا جسم نیم عریاں لباس سے بھی باہر نکلتا چلا جارہا ہے؟ لامحالہ آج کی بے پردگی نے پورے معاشرے کو بے حیا، بے غیرت اور بے شرم بنا دیا ہے اور قرآن پردے کا حکم دے کر اسی بے حیائی اور بے راہ روی کو روکتا اور اس پر مکمل پابندی عائد کرتا ہے تاکہ مسلم معاشرے میں اخلاقی گراوٹ نہ پیدا ہونے پائے۔ پھر قرآن نے پردے کا حکم اس لیے بھی دیا ہے تاکہ اس سے عورت کے جمال کی لطافت اور حسن کی نزاکت برقرار رہے۔ اصل میں نقاب حسن کی حفاظت کے لیے ہے۔ کسی دیہات میں دھوپ میں کام کرنے والی عورت کا ہاتھ اور ایک پردہ نشین خاتون کے ہاتھ کی نزاکت کو دیکھیں گے تو زمین و آسمان کا فرق محسوس کریں گے۔ عورت اپنے چہرے، ہاتھ کے چمڑے اور رنگ کا اپنے ہی جسم کے ہمیشہ ڈھکے رہنے والے حصے سے مقابلہ کرے گی تو دونوں کے درمیان واضح فرق نظر آئے گا۔ کسی جانور کو دیکھ لیجیے: اس کی پیٹھ اور پیٹ کے چمڑے کا مقابلہ کیجیے، کسی پرندے کو دیکھیے اس کے بیرونی اور دھوپ کھانے والے پروں کا مقابلہ ان پروں سے کیجیے جو پکوٹھوں کے اندر چھپے رہتے ہیں اور دھوپ کی مار نہیں کھاتے۔ کسی جاندار کے جسم کو بھی دیکھ لیجیے تو جسم کا وہ حصہ نرم و نازک ہوگا، جو نسبتاً دھوپ سے محفوظ اور چھپا ہوا ہے۔ جو عورت عادتاً نقاب اور پردے کا احترام کرے گی اس کی ملاحت اور جسم کی ملائمت کا مقابلہ وہ عورت ہرگز نہیں کرسکتی جو نقاب کو وبال جانتی ہے۔

●●

# خدا کی طرح اس کی کتاب بھی منفرد ہے

مولانا قاری ابوالحسن اشرفی، راجہ پور، مہاراشٹرا

قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ یہ لفظاً و معناً حق تعالیٰ کا کلام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ چوں کہ آپ عربی تھے، اس لیے قرآن بھی عربی زبان میں اترا۔ اُس وقت عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے کو عرب (بولنے والا) اور غیر عرب کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ اس لیے اس قدیمی اصول پر کہ ہر نبی کو اسی شعبہ کے معجزات عطا ہوتے تھے جس کا زور اور چرچا ان کی زبان میں کثرت سے ہوتا تھا، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر و جادو کے ماہرین تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ید بیضا اور عصا دیا جس نے تمام جادوگروں کو ذلیل و خوار کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا زور تھا، لہٰذا ان کو مردہ زندہ کرنے اور مریض کو تندرست کرنے کے معجزے ملے جن کے مقابلے سے سارے اطبا عاجز رہے۔ اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں فصاحت و بلاغت کا دور دورہ تھا کیوں کہ عرب شعر گوئی اور خطابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کتاب ملی جس نے فصاحت و بلاغت میں بھی اور حکمت و عدالت میں بطور چیلنج کہہ دیا کہ ایک سورہ بھی اس کے جیسی بنا لاؤ اگر تم سچے ہو:

فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاءَ كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔

(سورۂ بقرہ:۲-آیت:۲۳)

بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر دنیا کے تمام جن و انس باہم مل کر بھی قرآن جیسی کوئی کتاب

مقابلے میں پیش کرنا چاہیں تو نہیں کرسکیں گے، اگر چہ ایک دوسرے کے معین ومددگار بھی ہوں:

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْراً.

(تم فرماؤ، اگر کوئی آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے، اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔)

(سورۂ بنی اسرائیل:۱۷-آیت:۸۸)

باوجودیکہ عرب جیسے فصیح وبلیغ وغیور قوم کو عار بھی دلایا گیا لیکن پھر بھی وہ اس کا مثل نہ بنا سکے بلکہ متحیر وششدرر رہ گئے اور معاندین اسے سحرِ مبین کہنے پر مجبور ہو گئے۔اور اگر مسیلمہ کذاب کی طرح کسی نے کوشش بھی کی تو خود عرب ہی نے اسے ذلیل سمجھا اور رد کر دیا۔لبید بن مغیرہ نے جب یہ آیت: ''اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ''(سورۂ نحل:۱۶-آیت:۹۰) سنی، تو کہا: ''واللہ ان لہ لحلاوۃ وان علیہ لطلاوۃ''(واللہ! اس کلام میں تو ایک عجیب مٹھاس اور اس پر ایک عجیب رنگ چڑھایا ہے۔) کہتے ہیں خانہ کعبہ پر سورۂ کوثر کو لٹکایا گیا تو اس کی سحر بیانی دیکھ کر عرب نے ان دوسرے قصائد کو جو خانہ کعبہ پر لٹکائے ہوئے تھے اتار پھینکا۔

ایک عرب نے یہ آیت: ''فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ.''(سورۂ حجر:۱۵-آیت:۹۴) سنی تو سن کر سجدے میں گر پڑا اور کہا کہ یہ سجدہ میں نے اس کی فصاحت پر کیا ہے۔حج کے زمانے میں قریش کے کفار نے ایک مجلس صرف اس لیے منعقد کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر یا شاعر قرار دیا جائے۔کسی نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہنا چاہیے، تو انجمن نے اس کو یہ کہتے ہوئے رد کیا کہ ان میں کوئی بات سحر کی نہیں۔کسی نے کہا: ان کو شاعر کہا جائے تو ماہرین شعر نے فیصلہ کیا کہ ان کا کلام شعر نہیں کیوں کہ تمامی اشعار ان خوبیوں سے بالکل معریٰ ہیں۔

قرآن کا اِخبار بالغیب (غیر مرئی چیزوں کا بیان)، عذاب اور عتاب کا تذکرہ جلوہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے علاوہ قرآن میں حکمت عملیہ ونظریہ کا اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ جس کو دیکھ کر بڑے سے بڑا فلسفی بھی مبہوت ہو جائے۔ایسے علوم وفنون کا جامع قرآن اور وہ بھی ایسی موثر اور شیریں عبارت اور غیر معمولی شوکت میں کہ وحشی بھی دیوانہ اور اس شمع کا پروانہ

بن کر رہے اور پھر وہ بھی ایک اُمّی کی زبان سے جس نے کبھی تعلیم نہ پائی ہو بلکہ والدین کی تربیت سے بھی محروم رہا ہو،قرآن کے معجزہ ہونے کی بین دلیل ہے۔

اس نے لوگوں کے دلوں پر وہ روحانی اثر کیا کہ عرب کی حالت میں دیکھتے دیکھتے عظیم الشان تبدیلی رونما ہوگئی۔اس کی تعلیمات میں بھی اور خود اس کے کلمات میں بھی وہ روحانی اور یزدانی قوت مضمر تھی جس سے ان کی ظاہر و باطن کی حالتیں بالکلیہ بدل گئیں،گمراہ راہ راست پر آ گئے، غافل خواب غفلت سے چونک پڑے،مشرک موحد ہوگئے، کافر مومن بن گئے، بت پرست بت شکنی کرنے لگے، وحشیانہ طبیعت اور جاہلانہ عصبیت کا نام ونشان ان میں نہ رہا،آپس کی عداوت کا خاتمہ ہوگیا، کبر ونخوت و دیگر رذائل کافور ہوگئے، وہ حلیم و بردبار بن گئے، زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگے اور وہ لوگ فضائل، اخلاق وانسانیت کا نمونہ اور معلم بن گئے۔غرض یہ ہیں اثرات قرآنی جو قرآن کے معجزہ ہونے کی روشن دلیل ہیں۔

●●

# قرآن مجید کے اثرات

عبداللہ علوی، مدرسہ حبیبیہ انوار العلوم، سرکانہی

دنیا کی رہنمائی کے لیے پروردگار عالم کی طرف سے بعثت رسل ونزول کتب کا سلسلہ سیدنا و وابونا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سنت کی تکمیل کر دی گئی۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو صحیفے عطا فرمائے گئے، سیدنا داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی گئی، سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر وادی سینا میں توریت کا القا ہوا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی اور سب سے آخر میں ہمارے سرکار، خدائی کے مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک لے کر آئے۔ وہ صبح کس قدر پر کیف اور روح پرور تھی جب کہ کوہ صفا پر سے حق کی نورانی کرنیں چمکیں اور قرآن عظیم کے نغموں سے کائنات کا ذرہ ذرہ جھوم اٹھا:

فرازِ کوہ سے لے کر بیاں روح الامین آئے
بتا غارِ حرا خلوت کدہ انوار سرور کا

آپ سے پہلے جو انبیاے کرام تشریف لائے وہ کسی مخصوص ملک، طبقہ یا قوم کی ہدایت کے لیے آئے۔ اس لیے قدرتی طور پر ان پر جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ بھی اپنے اندر عمومیت نہ رکھتی تھیں اور چوں کہ ان کو انقلابات زمانہ کے ساتھ ساتھ خود بدل جانا تھا۔ اس لیے ان کی ہدایت محدود اور انداز بیان مختصر تھا لیکن اس کے برعکس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ساری کائنات کے لیے آئے، اس لیے قدرتی طور پر آپ جو کتاب لائے اس کی تعلیمات و ہدایات عالمگیر اور ہمہ وقتی ہیں اور ملکوں، قوموں، وطنوں، سمندروں، پہاڑوں کی جغرافیائی سرحدوں اور فاصلوں کو پھاندتے ہوئے ساری کائنات عالم کے لیے قابل عمل ہیں۔ قرآن کریم کی صداقت اور اس کے اعجاز بیان کو ذہن نشین کرنے کے لیے تاریخی و عقلی حیثیت سے ابتدائی طور پر معلوم کر لینا از بس ضروری ہے کہ قرآن عزیز کا نزول کن حالات میں ہوا اور

کس قسم کے ذہن ودماغ رکھنے والوں سے اس کا اولین سابقہ پیش آیا اور پھر اس کی اثر آفرینی، کشش، جاذبیت اور تسخیر قلوب کی رفتار کیسی رہی؟

تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کا نزول دنیا کے انتہائی تاریک دور اور جغرافیائی حیثیت سے انتہائی وحشی ملک میں ہوا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال بعد ساری دنیا کفر وشرک، ظلم وضلالت، فسق وفجور کا گہوارا بن گئی تھی، ساری کائنات پر بدی وگنہ کاری کا راج تھا، نیکی ودین داری اور تقویٰ کے تصورات دل ودماغ سے اس طرح محو ہو چکے تھے کہ کوئی ان کے نام تک سے آشنا نہ تھا۔ عرب، مصر، روم، ایران، چین اور ہندوستان غرض ہر ملک تیزی سے ہلاکت کی طرف بڑھ رہا تھا اور شیطان کی رہنمائی وقیادت میں جہنم کی طرف مسلسل کوچ جاری تھا۔ جغرافیائی حیثیت سے جن خاص خطے میں آیات قرآنیہ کا نزول ہوا، ان کا حال اور بھی بد سے بدتر تھا۔ اسلام سے پہلے جاہلیت کے مارے ہوئے عرب کے صحرا نوردوں اور بادیہ نشینوں کی حالت یہ تھی کہ تہذیب وتمدن سے دور، علم وحکمت سے بیگانہ، عقل وشعور سے ناآشنا، صنعت و حرفت سے ناواقف، شرافت حکومت وجہاں بانی سے عاری، عزت وحشمت سے محروم، اخلاق و شرافت سے تہی دامن ایک قوم تھی جو ایک ویران وبنجر ملک میں، بے آب وگیاہ علاقوں اور چٹیل میدانوں کے درمیان زندگی کے دن گذار رہی تھی۔ اونٹ اور بکریاں ان کی دولت تھیں اور ان کا گوشت اور دودھ ان کی بہترین خوراک۔ پتھر کے بت ان کے معبود تھے اور ہوائے نفس ان کا مسجود، حسد وکینہ ان کے ضمیر میں داخل تھا، شراب ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھی، جُوا ان کا رات، دن کا کھیل تھا۔ ڈاکہ زنی اور چوری ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ بظاہر اصلاح حال کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی تھیں۔ یہ حالات تھے ساری دنیا کے اور خاص کر عرب کے۔ جب کہ سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسخۂ کیمیا کی صورت میں قرآن کریم لے کر آئے جس نے ساری دنیا کو بدل کر رکھ دیا، توحید کے ترانوں اور قرآن کی صداقتوں نے وہ زبردست اثرات پیدا کیے کہ نظامِ کفر وشرک کا پرانا ڈھانچہ ڈھہ گیا۔

●●

# تاریخ قرآن مجید

تسلیم الدین نظامی نیپالی، متعلم دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد

قرآن مجید کو جمع کرنے کی تاریخ اس قدر سادہ اور واضح ہے کہ اس کو دو جملوں میں ادا کیا جا سکتا ہے، نہ اس میں کوئی مشکل ہے نہ دشواری۔ دنیا جانتی ہے کہ اللہ رب العزت کے مقدس کلام کا نزول اس کے مقدس ترین بندے ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج سے چودہ سو برس پہلے اسی ماہ مقدس میں اترنا شروع ہوا تھا۔ غار حرا میں ''اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ'' (سورۂ علق: ۹۶-آیت: ۱) کی پہلی آیت اتری اور تقریباً ۲۲ رسال ۳ ر ماہ کی مدت میں ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ'' (سورۂ مائدہ: ۵-آیت: ۳) کی آیت پر اس کی تکمیل ہوئی۔

## نزول قرآن

قرآن حکیم نجماً نجماً بقدر ضرورت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں اترا، کبھی ایک، کبھی دو چار آیت اور کبھی پوری سورت۔ جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد فرما لیا کرتے، خود یاد فرما کر دوسرے صحابہ کو یاد کراتے۔ اصحاب صفہ کی جماعت کا کام علم دین کی تحصیل اور ذکر الٰہی کے سوا کچھ نہ تھا۔ قرآن کے حفظ کا ثواب اتنا بتایا گیا کہ اس دور کے بعد بھی ہر دور میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں نے اسے زبانی یاد کیا۔ اس طرح قرآن مجید کی حیثیت منفرد ہے کہ وہ اوراق کے سفینوں میں بھی ہے اور مسلمان کے سینوں میں بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید نمازوں میں پڑھتے اور صحابہ کو سناتے، اسی کے ساتھ ہر رمضان میں جبرئیل امین کے ساتھ دور فرماتے اور عمر مبارک کے آخری رمضان میں دو بار دور فرمایا۔

## کتابت

یادداشت کے اس اہتمام کے علاوہ جس قدر کلام پاک نازل ہوتا آپ کسی پڑھے لکھے

صحابی کو بلا کر لکھوا دیتے۔ ان اصحاب کو ”کاتبانِ وحی“ کہا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل بزرگ اس میں خاص طور پر شامل ہیں: حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت زبیر ابن العوام، حضرت ابی بن کعب، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت معاویہ بن سفیان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ۔

چوں کہ عرب میں اس وقت تک کاغذ رائج نہیں تھا، اس لیے عام طور پر یہ حضرات کھجور کے پتوں، چمڑے کی جھلیوں یا اونٹ کے شانوں کی ہڈیوں پر لکھنے کا کام لیا کرتے تھے۔ بہر صورت حضور کے زمانے ہی میں منتشر طور پر قرآن حکیم ضبط تحریر میں آ گیا تھا اور اس کی شہادت خود قرآن کریم دیتا ہے: ”وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ.“ (طور کی قسم اور اس نوشتے کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے -سورۂ طور: ۵۲- آیت ۱، ۲، ۳)

یہی نہیں بلکہ قرآن حکیم کا نام ہی ”الکتاب“ ہے: ”الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ.“ (وہ بلند رتبہ کتاب، کوئی شک کی جگہ نہیں -سورہ بقرہ: ۲- آیت: ۱، ۲)- اگر قرآن حکیم ضبط تحریر میں نہ آ گیا ہوتا تو اسے ”الکتاب“ یا ”کتاب مسطور“ اور ”کتاب مکنون“ کہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا؟ مختلف اوقات میں نازل ہونے والے حصوں کی ترتیب خود وحی کے مطابق ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان آیتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اصل مقام پر لکھنے کا حکم فرماتے۔ بلکہ قرآن میں اللہ نے اس کی جمع وحفاظت کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ”اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ“ (بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے -سورۂ قیامہ: ۷۵- آیت ۱۷) مختصر یہ کہ قرآن مجید کی ترتیب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی ہو چکی تھی اور مختلف صحابۂ کرام کے پاس اس کے تمام اجزا لکھے ہوئے محفوظ تھے، اب صرف جمع اور ترتیب باقی تھی۔

## خلافت راشدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، آپ کے عہد میں بہت سی جنگیں ہوئیں، ایک موقع پر ستر حافظ قرآن شہید کر دیے گئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ اول سے اس اندیشے کا اظہار کیا کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے گئے تو

کلام الٰہی کی حفاظت نہ ہو سکے گی۔ اس لیے پورے قرآن کو ایک جگہ جمع کرالیں، ابتدا میں تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ تامل ہوا کہ جو کام حضور کے زمانے میں نہیں ہوا تھا وہ اس کو کیسے کر سکتے ہیں۔ مگر پھر بعد میں آپ راضی ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید ابن ثابت کو اس کام پر مامور کیا اور فرمایا تم جوان عاقل آدمی ہو، ہم تم میں کوئی الزام یا عیب نہیں پاتے، تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی تھے، اس لیے قرآن مجید کو ڈھونڈ کر جمع کرو اور ایک نسخہ لکھ ڈالو۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ ان بزرگوں کے کہنے سے تیار تو ہو گئے مگر فرماتے ہیں کہ اگر اس فرض کی بجائے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو میں آسان تر سمجھتا۔

اس کے بعد اعلان عام کر دیا گیا کہ جس کے پاس قرآن حکیم کا کوئی جز ہو تو جمع کر دے۔ چناں چہ جس کے پاس جو کچھ اور جس صورت میں لکھا ہوا تھا پیش کر دیا۔ لیکن حافظ قرآن ہونے کے باوجود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص کے مکتوب کی ہر دو حافظوں سے گواہی لیتے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر لکھا گیا ہے۔ اس محنت اور احتیاط کے ساتھ الگ الگ صحیفوں میں قرآن پاک کی کتابت ہوئی اور مکمل نسخہ تیار کر لیا گیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تحویل میں رہا، اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا، اس کے بعد ان کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تحویل میں آ گیا۔

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام دور دراز ملکوں میں پھیل چکا تھا اور کافی غیر عرب مسلمان ہو چکے تھے اور یہ لوگ اپنے لہجوں میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ لہجوں کی تبدیلی سے اکثر الفاظ بھی بدل جایا کرتے تھے۔ ابتدا میں فرق کوئی خاص اہم نہ تھا مگر آئندہ بڑے خطرات تھے، اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن کریم کا جمع شدہ نسخہ طلب فرمایا اور اس کی مختلف نقلیں کروا کر مختلف ممالک میں روانہ فرمایا تا کہ قراءت کا جو تھوڑا سا اختلاف پیدا ہو گیا ہے وہ ختم ہو جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے کی بنا پر انھیں ''جامع القرآن'' کہا جاتا

ہے مگر اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آپ نے قرآن کو جمع فرمانے کا کام کیا۔ اس لیے کہ یہ کام تو خود حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو چکا تھا۔

## اعراب

اس وقت تک قرآن میں اعراب یعنی زبر، زیر، پیش وغیرہ کا التزام نہ تھا۔ ابتدا میں اعراب کی جگہ کچھ نقطے لگا دیے جاتے تھے۔ البتہ ان کے لیے رنگ الگ استعمال ہوتا تھا۔ اصل میں عربوں کو اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے اعراب کی کوئی خاص ضرورت بھی نہ تھی، مگر جوں جوں اسلام غیر عرب اقوام میں پھیلتا گیا اس کی ضرورت بڑھتی گئی اور جب غیر عرب ملکوں میں اسلام پہنچا تو اس بات کی شدید ضرورت ہوئی کہ قرآن پر اعراب لگایا جائے تا کہ غیر عربی بھی قرآن پڑھ سکیں۔ اُموی عہد حکومت کے مشہور گورنر حجاج بن یوسف نے قرآن مجید میں اعراب و نقطے لگوائے جس سے غیر عرب لوگوں کو قرآن پڑھنے میں سہولت اور آسانی ملی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے اور اس کے وعدوں کی تکمیل ہے کہ آج بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا قرآن دنیا میں محفوظ اور موجود ہے۔ آج کے مطبوعہ قرآن کی سطر سطر اس سے ملا لیجیے ایک زیر، زبر کا فرق نہیں مل سکتا۔ عہدِ عثمانی کا یہ قرآن روسی حکومت کے پاس تاشقند لائبریری میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ. (بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ سورۂ حجر: ۱۵- آیت: ۹)

[اس موضوع پر ماہر علوم قرآن علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی اہم تصنیف ''الاتقان فی علوم القرآن'' (اردو زبان میں جس کی تلخیص مولانا عارف اللہ فیضی نے کی ہے۔) اور ممتاز محقق و مصنف، ماہر زبان و ادبیات استاذ گرامی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ کی انتہائی تاریخی و تحقیقی کتاب ''تدوین قرآن'' مطبوعہ ہندو پاک ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ احسنؔ۔]

●●

# قرآن حکیم کا اعجاز

سراج الدین فریدی سہسرامی

جنگل میں منگل تھا، حسن کی بجلی چمک رہی تھی، محبت کا رعد گرج رہا تھا، عرب میٹھے میٹھے نغمے گا رہے تھے، فصاحت و بلاغت کے دلکش نمونے پیش کر رہے تھے۔ کبھی گھوڑے کی تعریف کرتے تھے، کبھی اونٹنی کا سراپا بیان کرتے تھے، کبھی صنف نازک کے حسن و جمال کی ضیا پاش کرنوں کے بیان سے آنکھوں میں چکا چوند لگا دیتے۔ جب کسی مہ جبین کا سراپا بیان کرتے تھے تو سامعین کی آنکھوں میں ایک مست شباب کی تصویر پھر جاتی تھی۔

عربی جوان دلکش مشاغل میں مشغول تھے کہ یکا یک فصاحت کی ایک بجلی چمکی اور بلاغت کا رعد گرجا اور بیان کا ایک آفتاب طلوع ہوا یعنی قرآن مجید نازل ہوا۔ جس کی چمک نے ان کی آنکھوں میں چکا چوند لگا دی، جس کی گرج نے ان کانوں کے پردے پھاڑ دیے، جس کی فصاحت و بلاغت کے آفتاب نے ان کی فصاحت و بلاغت کے درخشاں ستاروں پر پانی پھیر دیا، جس کے چیلنج نے ان کو گونگا کر دیا۔ گویا قرآن کریم کے ایک چیلنج نے عربی نژاد انسانوں کو عجمی بنا دیا۔ آخر عرب والوں نے اس کا لوہا مان لیا، اس پر ایمان لے آئے۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال تک تقریباً سارے عرب میں پرچم اسلام لہرا چکا تھا۔ حد یہ کہ حبشہ کا بادشاہ بھی قرآن کریم پر ایمان لا چکا تھا۔ قرآن کریم نے ان کی آوارگی مضامین کی بجائے حوروں کے حسن و جمال کا منظر پیش کیا۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازاً حَدَائِقَ وَاَعْنَاباً وَّكَوَاعِبَ اَتْرَاباً.

بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے، باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی۔ (سورۂ نبا: ۷۸۔ آیت: ۳۱، ۳۲، ۳۳)

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کا سچا واقعہ پیش آیا، کوہِ طور کا حسین واقعہ سنایا اور دلکش

مناظر قدرت پر انوکھے اور نرالے انداز میں روشنی ڈالی، جنگل، نہر، دریا، سمندر، شفق، آسمان، سورج، چاند، ثریا اور آسمانی برجوں کا ذکر کیا، چرندوں اور پرندوں کا تذکرہ کیا، پانی کا، مچھلیوں کا تفصیلی بیان پیش کیا۔ حضرت موسیٰ، حضرت خضر اور حضرت یونس علیٰ نبینا و علیھم التحیۃ و التسلیمات کے قصے میں بھی مچھلی کا بیان ہے، ہاں انداز بیان بدلا ہوا ہے، غرض و غایت علاحدہ اور مقصود بیان مختلف ہے۔

عرب ان چیزوں کا ذکر کرتے تھے تو محض حظِ نفس کی خاطر، لیکن قرآن کریم نے دنیائے انسانیت کو مخاطب فرما کر دعوتِ فکر و نظر دی ہے کہ لوگو! کائنات کی یہ رنگینیاں، مخلوقات الٰہیہ کی یہ بوقلمونیاں سب تیرے لیے ہیں اور کائنات خالق مالک کے لیے ہے۔ گویا لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ مصنوعات کے اوٹ سے صانعِ مطلق کی صنعت کاملہ کی جلوہ گستری کا مطالعہ کرو، کیوں کہ وہ:

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

علم الادب میں اعجازِ قرآن کریم سے متعلق ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں جب یہ چیلنج کیا گیا کہ تم لوگ اگر کتاب مجید کو کلام الٰہی نہیں سمجھتے تو اس طرح کی کوئی سورہ (کوئی مضمون) بنالاؤ، تو بڑے بڑے شاعر ایک وسیع ہال میں جمع ہوئے، دلوں میں ولولے پیدا کرنے کے لیے بہترین شراب و کباب کا نظم کیا گیا، لوگ بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ باہر سے ایک خوش الحان مسلمان نے یہ آیت شریفہ پڑھ دی:

**وَقِيلَ يٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِىۡ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقۡلِعِىۡ وَغِيۡضَ الۡمَآءُ وَقُضِىَ الۡاَمۡرُ وَاسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِىِّ وَقِيۡلَ بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ.**

(اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا، اور پانی خشک کردیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔)

(سورۂ ھود: ۱۱- آیت: ۴۴)

فصحائے عرب نے جب آیت کریمہ کو سنا تو ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی، ان کے دل بیٹھ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ یہ آدمی کا کلام نہیں ہے۔ فرمایا گیا تھا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاءَ كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

(تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔(سورۂ بقرہ:۲-آیت:۲۳)

بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر دنیا کے تمام جن وانس باہم مل کر بھی قرآن جیسی کوئی کتاب مقابلے میں پیش کرنا چاہیں تو نہیں کرسکیں گے، اگر چہ ایک دوسرے کے معین ومددگار بھی ہوں:

قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰى اَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنَ لَا يَأْتُوْنَ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْراً.

(تم فرماؤ، اگر کوئی آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے، اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔)

(سورۂ بنی اسرائیل:۱۷-آیت:۸۸)

صدیاں بیت گئیں، قرآن کریم کا چیلنج تا حال اپنی جگہ پر بدستور باقی ہے۔ زبان وادب کی لاکھ ترقی کے باوجود نہ دنیا قرآن کریم کی کسی سورہ کا بدل لاسکی، نہ صبح قیامت تک کوئی اس کا بدل لانے کی سعی میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن کریم کا یہ بیّن اعجاز اس کے کلام الٰہی اور کتاب آسمانی ہونے کا کل بھی کھلا ہوا ثبوت تھا آج بھی ہے بلکہ نظام شمسی وقمری کے برقرار رہنے تک رہے گا۔ وما علینا الا البلاغ:

میخانہ سلامت ہے تو ہم سرخیِ مے سے
تزئینِ در و بامِ حرم کرتے رہیں گے

●●

# قرآن حکیم میں مذکور انبیاے کرام کا سرسری تعارف

مولانا کامل سہسرامی

## حضرت آدم علیہ السلام

ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن حکیم میں ۲۵؍آیتوں میں آیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ۵؍جگہ، سورۂ آل عمران میں ۲؍جگہ، سورۂ مائدہ میں ایک جگہ، سورۂ اعراف میں ۷؍جگہ، سورۃ الاسراء میں ۲؍جگہ، سورۂ کہف میں ایک جگہ، سورۂ مریم میں ایک جگہ، سورۂ طٰہٰ میں ۵؍جگہ اور سورۂ یٰسین میں ایک جگہ۔

قرآن حکیم میں انبیا علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے زیادہ تذکرہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا مگر ان کو اور ان کی اولاد کو زمین کی خلافت کا اعزاز بخشا۔ آپ کا خمیر تیار ہونے سے قبل ہی خالق کائنات نے فرشتوں کو خبر دی کہ عنقریب وہ مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہے جو بشر کہلائے گی اور زمین پر ہماری خلیفہ ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد فرشتوں کو حکم ہوا کہ تم ان کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ تمام فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی مگر شیطان نے غرور و تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے مگر اس نے امتحان کے لیے ابلیس سے دریافت فرمایا: کس چیز نے تجھے سجدے سے باز رکھا، جب کہ میں نے حکم دیا تھا؟ ابلیس نے کہا: ''اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں اور تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔'' (سورۂ اعراف:۷-آیت:۱۲) شیطان اس طرح ابلیس بن کر ہمیشہ کے لیے لعنتی ہو گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ تک جنت میں تنہا زندگی بسر کرتے رہے مگر اپنی تنہائی کی وجہ سے جنت میں خلا محسوس کرتے رہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا کو پیدا فرمایا۔ (اس طرح حضرت کو اطمینانِ قلب ہوا) دونوں ایک مدت تک جنت میں مقیم رہے، ابلیس لعین کے

بہکانے سے ایک بھول ہوگئی جس پر آپ نے اپنے رب سے معافی طلب کی اور آپ کے پروردگار نے معاف فرمادیا اور زمین پر ٹھہرنے کا حکم دے کر زمین کی خلافت عطا فرمادی۔ آپ کی عمر شریف ۹۳۰ سال تھی۔

## حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے کہ اے نوح آپ زمین پر سب سے پہلے رسول بنائے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے آنے سے پہلے پوری قوم بت پرست ہوچکی تھی۔ آپ نے قوم کو راہِ حق کی طرف پکارا اور سچے مذہب کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے نفرت و حقارت کے ساتھ انکار کردیا اور امیروں و رئیسوں نے آپ کو جھٹلایا اور جہاں تک ممکن تھا ستایا اور ذلیل کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک کوشش کرتے رہے کہ قوم کی اصلاح ہوجائے مگر جب لوگوں پر اثر نہ ہوا تو آپ مایوس اور ایک دم ناامید ہوگئے۔ آپ کی ناامیدی پر پروردگار نے فرمایا کہ جو ایمان لے آئے وہ لے آئے اب کوئی ایمان لانے والا نہیں، اس لیے غم نہ کرو۔ مایوسیوں کے یقین کے بعد آپ نے نافرمانوں کے لیے بددعا فرمائی۔ پروردگار نے دعا قبول فرمائی اور ایک کشتی بنانے کا حکم دیا۔ اس کشتی کو دیکھ کر نافرمانوں نے خوب مذاق اڑایا، کشتی تیار ہوگئی تو عذاب کی ابتدا بھی ہوگئی، ابتداءً زمین کی تہہ میں سے پانی نکلنا شروع ہوگیا پھر آسمان سے بارش شروع ہوئی، تمام چشمے ابل پڑے، پوری قوم اس عظیم سیلاب میں غرق ہوگئی اور آپ کی کشتی صحیح وسلامت پانی پر تیرتی رہی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر قرآن حکیم میں ۴۵ جگہ ہوا ہے۔

## حضرت ادریس علیہ السلام

قرآن حکیم میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے: ایک جگہ سورۂ مریم میں اور دوسری جگہ سورۂ انبیاء میں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی پہلی ہستی ہے جس نے علم حکمت و نجوم کی ابتدا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کے تمام نکتے بتادیے تھے اور آپ کے ذریعہ دنیا اس

علم سے آشنا ہوئی۔ آپ نے اللہ کے دین کے پیغام کے ساتھ ہی سیاست، شہری زندگی، رہن سہن کے طریقے اور معاشرت کا ڈھنگ سکھا کر اپنے ماننے والوں کو اپنے قبائل کی طرف لوٹا دیا۔ آپ کے شاگردوں نے تقریباً دوسو بستیاں آباد کیں۔ آپ نے تقریباً ۲۹۲ سال کی عمر پائی۔

## حضرت ہود علیہ السلام

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر سات جگہ ہوا ہے: سورۂ اعراف میں ایک جگہ، سورۂ ہود میں ۵ر جگہ اور سورۂ شعرا میں ایک جگہ۔ آپ کی قوم عاد اپنی شوکت، حشمت، جسمانی قوت اور دولت کے نشے میں اس طرح مغرور ہوئی کہ انھوں نے خدائے واحد کو ایک دم بھلا دیا اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو توحید کی دعوت دی مگر قوم نے ماننے کی بجائے آپ کو سختی سے جھٹلایا۔ سرکشوں نے حضرت ہود کو جھٹلایا بھی، مذاق بھی اڑایا اور ستایا بھی۔ آپ تمام باتوں کو صبر وضبط کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے اللہ کی توحید کی تبلیغ فرماتے رہے۔ جب قوم عاد پر پیغمبرانہ تعلیمات کا کوئی اثر نہ ہوا تو پھر آپ نے اللہ کے عذاب سے ڈرانا شروع کیا۔ قوم سنتے سنتے بھڑک اٹھی اور مطالبہ کیا کہ اے ہود! اگر تمھارا خدا کوئی عذاب نازل کر سکتا ہے تو پھر تاخیر کی ضرورت نہیں۔ عاد کی نافرمانیوں کے ساتھ جب لوگوں کا مطالبہ بڑھتا گیا تو آخر میں عاجز ہو کر آپ نے دعا فرمائی اور یوں قوم تباہ و برباد کر دی گئی اور حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے پیرو ہر طرح محفوظ و مامون رہے۔

## حضرت صالح علیہ السلام

قرآن حکیم میں آپ کا نام آٹھ جگہ آیا ہے: چار جگہ سورۂ ہود میں، تین جگہ سورۂ اعراف میں اور ایک جگہ سورۂ شعرا میں۔ حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم ثمود اس وقت سب سے زیادہ متمدن اور تہذیب یافتہ قوم تھی۔ پہاڑوں اور پتھروں کو تراش کر انھوں نے نہایت عالیشان مکانات بنوائے تھے، مگر یہ بھی بت پرست اور مشرک تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی، ہر طرح سمجھایا بجھایا، مگر مغرور و سرکش قوم نے ان کی پیغمبرانہ دعوت و نصیحت کو تسلیم کرنے اور ماننے سے انکار کر دیا اور خدا کی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور قبولیت کے بعد اپنی قوم سے فرمایا تم جس

نشانی کے طلب گار ہو وہ اس اونٹنی کی شکل میں موجود ہے۔ خبردار! تم لوگوں نے اس کو تکلیف پہنچائی تو پھر یہی تمھاری ہلاکت کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے اور اس کے درمیان پانی کی جو باری مقرر فرمادی ہے اس میں ہرگز فرق نہ آنے پائے۔ مگر ظالم و سرکش قوم سے یہ برداشت نہ ہوسکا اور اونٹنی کو قتل کردیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کی نافرمانی کی اس آخری حد کو دیکھ کر فرمایا کہ اب لوگ اللہ کے عذاب کا انتظار کریں۔ تین دن کے بعد اللہ کا عذاب آیا۔ ایک کڑک دار بجلی یا ہیبت ناک آواز آئی جس سے جو آدمی جہاں تھا وہیں ختم اور فنا ہوگیا۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام

قرآن حکیم کا پیغام چوں کہ ملت ابراہیمی کا پیغام ہے اس لیے اس نے جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ۲۵ رسورتوں کی ۶۳ رآیتوں میں تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل المرتبت اور عظیم الشان پیغمبر تھے۔ آپ نے بچپن ہی اسرار الٰہی میں غور وفکر شروع کردیا تھا۔ آپ کا چچا آزر بت تراشتا اور بیچتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک بت تراش و بت پرست کے ساتھ کسی خدا پرست کا نباہ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے چچا اور بھتیجے کے درمیان بھی مصالحت نہ ہوسکی۔ اسی طرح حکومت والے، ملک و وطن والے یہاں تک خود گھر والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالف تھے۔

آپ کے تبلیغی کارناموں میں قدم قدم پر عقل وخرد کی ایسی نشانیاں ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور انبیائے کرام کے اعتبار سے آپ کی عقل اور تدبر بہت زیادہ تھا۔ قوم کو جب آپ نے توحید کی دعوت دی تو خود گھر والے دشمن ہوگئے۔ شرک و بت پرستی کے خلاف جب آپ کے دلائل کو قوم نے سننے سے انکار کردیا تو آپ نے ایک جامع منصوبہ بنایا جس سے شرک کا سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ ایک مذہبی میلے کے وقت پوری قوم شہر سے باہر میلے میں جانے لگی۔ لوگوں نے آپ سے بھی چلنے کو کہا تو آپ نے معذرت فرمائی اور جب تمام لوگ میلے میں چلے گئے اور شہر خالی ہو گیا تو آپ نے ایک کلہاڑی لی اور شہر کے سب سے بڑے مندر میں گئے جہاں سیکڑوں چھوٹے بڑے بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے کلہاڑی سے کسی کی ناک کاٹی، کسی کا کان، کسی کا سر توڑا، کسی کی آنکھ پھوڑی۔ اس طرح تمام بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور سب سے بڑے بت کے کندھے

پر کلہاڑی رکھ کر واپس آ گئے۔

جب قوم کے لوگ میلے سے آئے اور مندر میں یہ تماشا دیکھا تو بے حد برہم ہوئے۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ کام ابراہیم کے سوا کسی کا نہیں۔ پورے مجمع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا گیا کہ تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا حرکت کی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ بھی کیا ہے وہ تمھارے بڑے بت نے کیا ہے، اگر تمھارے یہ دیوتا بولتے ہوں تو ان سے دریافت کرلو، تصدیق ہو جائے گی۔ اس جواب نے سب کا منھ تو بند کر دیا مگر پوری قوم غصہ کے مارے آپے سے باہر ہوگئی۔ جب یہ خبر اس وقت کے بادشاہ اور اپنی خدائی کے دعوے دار نمرود کو پہنچی تو وہ بھی سخت برہم ہوا۔ اسے خود اپنی خدائی خطرے میں نظر آنے لگی، چناں چہ اس نے ابتداءً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناظرہ کیا اور جب لاجواب ہو گیا تو آپ کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دے دیا۔ آپ کو نمرود نے آگ میں ڈالا اور آگ کے خدا نے آپ پر آگ کو گلزار بنا دیا۔

## حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی کہ خداوندا مجھے نیک بخت لڑکا عطا فرما۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، مگر چند ہی روز میں انھیں یہ حکم ملا کہ انھیں ایک بے آب و گیاہ سرزمین میں رکھ آؤ۔

چناں چہ حضرت ابراہیم نے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو ایک چٹیل سنسان اور ویران جگہ میں چھوڑ دیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت اسماعیل کو پیاس معلوم ہوئی تو آپ نے رونا شروع کیا۔ آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا دوڑ کر کبھی صفا کی پہاڑی پر جاتیں کبھی مروہ کی پہاڑی پر کہ شاید کہیں پانی کا چشمہ نظر آ جائے۔ دوسری طرف حضرت اسماعیل ایڑیاں رگڑ رہے تھے اور آپ کی ایڑیوں کی رگڑ سے خدا نے وہیں ایک چشمہ جاری کر دیا جو ''زمزم'' کے نام سے آج بھی جاری ہے۔

آپ جب چند سال کے ہوئے تو پھر ایک امتحان ہوا اور حکم دیا گیا کہ اے ابراہیم! اپنی سب سے عزیز چیز راہِ خدا میں قربان کر دو۔ یہ امتحان یقیناً آخری درجہ کا سخت امتحان تھا کہ

بڑھاپے میں دعاو مناجات کے بعد اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے اور اب اسی باپ کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جانِ پدر! میں نے خواب میں ایسا ایسا دیکھا ہے، اب بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل نے جواب دیا کہ والد محترم! اگر یہی خدا کا حکم ہے تو بسم اللہ مجھے قربان کر دیجیے- چناں چہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر ان کے والد منیٰ پہنچے (حاجی یہیں قربانیاں کرتے ہیں-) بیٹے کو رسیوں سے باندھا اور چھری چلادی۔ قدرت نے حضرت ابراہیم کی اس اطاعت کو دیکھا تو انھیں اس امتحان میں کامیاب فرمایا اور حضرت اسماعیل کی بجائے ذبح کیا ہوا ایک مینڈھا پڑا تھا اور حضرت اسماعیل زندہ سلامت مسکرا رہے تھے۔ یہ قربانی انھیں کی مقدس یادگار و محترم سنت ہے-

## حضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف سو سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دوسرے صاحبزادے کی بشارت سنائی۔ آپ نے پیدائش کے بعد ان کا نام اسحٰق رکھا اور جب آٹھ دن کے ہوئے تو آپ کا ختنہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام آپ ہی کے صاحبزادے ہیں-

## حضرت لوط علیہ السلام

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابراہیم کے حکم کے بموجب آپ تبلیغ نبوت کی غرض سے ''سدوم'' کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ سدوم والے انتہائی ظالم ،بدمعاش، بے حیا اور شرمناک افعال کے مرتکب تھے۔ ہم جنسی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ہر طرح کی تکلیفوں کے بعد بھی جب قوم راہ راست پر نہ آئی تو خدا نے عذاب کے فرشتے روانہ کیے۔ یہ دونوں فرشتے حضرت لوط کی خدمت میں انتہائی حسین وجمیل لڑکوں کی شکل میں آئے۔ حضرت لوط نے ان خوبرو نوجوانوں کو دیکھا تو بہت پریشان ہوئے۔ قوم کو معلوم ہوا تو حضرت لوط علیہ السلام کے گھر چڑھ آئے کہ ان خوبصورت لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہر چند حضرت نے انھیں سمجھایا مگر یہ نالائق آخر نہ مانے۔ فرشتوں نے حضرت سے کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں ہم لوگ اللہ کے فرشتے ہیں اور ہم ان پر عذاب نازل کرنے آئے ہیں۔ آپ کی بیوی کے علاوہ آپ

کے اہل وعیال کو چھوڑ دیں گے، آپ انھیں لے کر کہیں چلے جائیں۔رات کے آخری حصے میں ایسی ہیبت ناک چیخ بلند ہوئی کہ سدوم والے تہ و بالا ہو گئے، پھر آبادی کا پورا تختہ الٹ دیا۔اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی اور پوری قوم کا نام ونشان مٹ گیا۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام

آپ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے صاحبزادے اور حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں۔قرآن مجید میں دس جگہ آپ کا تذکرہ موجود ہے۔آپ اہلِ کنعان کی ہدایت کے لیے متعین کیے گئے تھے۔آپ کے ۱۲رلڑکے تھے جس میں ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔قرآن مجید میں آپ کا تذکرہ ۲۶ جگہ آیا ہے۔آپ انتہائی حسین وجمیل تھے۔آج بھی آپ کی خوبصورتی ضرب المثل ہے۔آپ کے والد آپ کو بے حد چاہتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے بھائی آپ سے جلتے تھے۔اس جلن کی وجہ سے آپ کو تفریح کے بہانے لے گئے اور ایک کنویں میں ڈال دیا اور باپ کو خون آلود کپڑا لاکر دے دیا اور کہا کہ یوسف کو بھیڑیا لے گیا۔اسی راہ سے ایک قافلے کا گزر ہوا، اس نے آپ کو کنویں سے نکالا اور مصر میں نیلام کر دیا۔آپ کے حسن کی شہرت سن کر عزیز مصر نے آپ کو خریدا اور اولاد کی طرح رکھا۔عزیز مصر کی بیوی زلیخا آپ پر عاشق تھی۔اس نے آپ کی پاکدامنی کو داغ لگانے کی بہت کوشش کی مگر پیغمبر سے اس طرح کی لغزش کا تصور بھی ناممکن ہے۔زلیخا نے تنگ آکر آپ پر بہتان باندھا اور آپ قید ہو گئے، پھر آپ کی پاکدامنی کے ثبوت کے بعد آپ کو رہائی ملی اور اخیر میں آپ مصر کے بادشاہ بنے۔والد سے ملاقات ہوئی اور بھائی اپنے کیے پر تائب ہوئے۔

## حضرت شعیب علیہ السلام

قرآن مجید نے آپ کا تذکرہ دس جگہ کیا ہے۔آپ مدین اور ایکہ قبیلے کے لیے ہادی بن کر تشریف لائے تھے۔آپ کی قوم دولت وثروت اور عمارت میں بہت ممتاز تھی اور اسی وجہ سے حد درجہ مغرور تھی اس لیے پوری قوم نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔چند ضعیفوں اور کمزوروں نے آپ کا ساتھ دیا۔جو لوگ آپ کے ساتھ ہو جاتے، قوم کے لوگ انھیں طرح طرح ستاتے اور

پریشان کرتے۔ جب قوم کی بداعمالی اور نافرمانی حد سے زیادہ بڑھی تو اللہ کا عذاب آیا۔ ابتداءً زلزلہ آیا اور بستی الٹ پلٹ ہوگئی پھر آگ کی بارش ہوئی اور پوری قوم برباد کر دی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

قرآن حکیم میں آپ کا تذکرہ ۵۱۴ جگہ آیا ہے۔ آپ کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یوحانذ ہے۔ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی جب کہ فرعون نے اسرائیلیوں میں پیدا ہونے والے بچوں کے قتل عام کا حکم دے دیا تھا۔ آپ پیدائش کے بعد تین ماہ تک اپنی والدہ کے پاس رہے۔ لیکن جاسوسوں کو خبر ہوگئی اور آپ کی والدہ نے آپ کو خدا کے حکم سے ایک بکس میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ بکس فرعون کے محل کے کنارے لگا۔ فرعون کی بیوی جو لاولد تھیں انھوں نے آپ کی پرورش کی اور بحیثیت دایہ آپ کی والدہ آپ کے دودھ پلانے پر مامور ہوئیں۔ فرعون کے محل میں آپ کی پرورش ہوئی اور نہایت مضبوط، تندرست اور خوبرو نوجوان نکلے۔ آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ آپ اسرائیل میں سے ہیں اس لیے اسرائیلیوں پر مظالم کے خلاف آپ ان کی مدد فرماتے تھے۔

ایک دن ایک مصری کے ظلم پر اسے طمانچہ مارا، جو مر گیا۔ فرعون نے آپ کو سزا دینا چاہا اور آپ خدا کے حکم سے مصر سے باہر چلے گئے۔ اسی درمیان آپ کی ملاقات حضرت شعیب علیہ السلام سے ہوئی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی بی بی صفورہ کو آپ سے بیاہ دیا۔ ایک دن آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ بکریاں چراتے ہوئے دور نکل گئے اور راستہ بھول گئے۔ سامنے وادی ایمن میں نگاہ دوڑائی تو ایک چمکتا ہوا شعلہ نظر آیا۔ آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو میں آگ لے کر آتا ہوں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب آئے تو حکم ہوا کہ موسیٰ! جوتا اتار کر آؤ کہ یہ خدا کی مقدس وادی ہے اور دیکھو میں نے تمھیں اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے۔ اور یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی تجلی دیکھی اور کلام کیا۔ یہاں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مصر میں جا کر فرعون اور اس کی قوم کو راہِ ہدایت دکھاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہ مصر میں آئے، جادو وہاں کے مذہب میں داخل تھا، فرعون کے حکم سے مصر کے تمام جادوگروں نے لاکھوں لاکھ رسیوں کو سانپ بنایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصائے مبارک ڈال دیا

اوراس نے تمام سانپوں کونگل لیا۔آپ جب اپنا ہاتھ اپنے بغل میں لے جاتے تو ہتھیلی سورج کی طرح چمکتی تھی۔مختصر یہ کہ فرعون نے عاجز آ کر اپنے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ کیا آپ اپنے متبعین کے ساتھ دریائے نیل میں کود پڑے۔ پیچھے سے فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ دریا میں داخل ہوا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے ساتھ صحیح وسالم کنارے پرآئے اور فرعون اور اس کالشکر دریا میں غرق ہوگیا۔اس طرح خدانے فرعونیوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی عطافرمائی۔حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی اورآپ کے وزیر نبوت تھے۔

## حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کے خادم تھے اور حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔اسرائیلی جوحضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت ہی زیادہ بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے ان کی ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

## حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی روحانی اور دنیوی قیادت ورہنمائی کی ذمہ داری حضرت حزقیل علیہ السلام کوسونپی گئی اور ایک مدت تک آپ بنی اسرائیل کی ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

## حضرت الیاس علیہ السلام

یہ بھی بنی اسرائیل ہی کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔قرآن میں آپ کا ذکر۳ مقامات پر ہے۔آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

## حضرت الیسع علیہ السلام

آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین بنائے گئے اور خدائے تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے انھیں نبوت سے سرفراز کیا۔قرآن میں آپ کا ذکر صرف ۲ مقامات پر ہے۔

## حضرت شمویل علیہ السلام

آپ بھی قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مامور فرمائے گئے تھے۔آپ حضرت ہارون

علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ جب بنی اسرائیل پر دوسروں کی زیادتیاں بڑھیں تو آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا۔

## حضرت داؤد علیہ السلام

مصر و فلسطین کے درمیان جو قومیں آباد تھیں اس میں ایک شخص جالوت نامی پیدا ہوا جو اس علاقے کا بادشاہ بن گیا تھا۔ یہ انتہائی ظالم و جابر شخص تھا۔ اس نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان کی آبادیوں پر قبضہ کرلیا۔ ایک طرف جالوت کا لشکرِ جرار تھا، دوسری طرف طالوت کا۔ اس لشکر میں ایک نوعمر شخص بھی تھا جس نے طالوت سے ضد کر کے مقابلہ کی اجازت چاہی اور جالوت کو قتل کر ڈالا۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت سے سرفراز فرمایا اور سلطنت بھی عطا کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اتنے خوش الحان تھے کہ جب زبور کی تلاوت کرتے تو چرند و پرند آپ کے گرد اکٹھا ہو جاتے اور خدا کی تسبیح سنتے اور اس کی حمد کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جانوروں کی زبان سمجھنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی۔ لوہا آپ کے ہاتھوں میں نرم ہو جاتا تھا۔ قرآن میں آپ کا ذکر ۱۶ جگہ موجود ہے۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام

آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادوں میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام خانۂ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد کے شریک کار تھے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام نے فلسطین میں بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ جس کی جدید تعمیر کافی مدت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت انسانوں کے ساتھ جناتوں پر بھی تھی، اس لیے بیت المقدس کی تعمیر آج بھی دنیا کے لیے باعث حیرت ہے۔ خدائے تعالیٰ نے انسان، جنات کے علاوہ چرند و پرند کو بھی آپ کے زیر فرمان بنایا تھا اور ہوا پر بھی آپ کی مستقل حکومت تھی۔ قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ ''سبا'' ہے جس کی ملکہ بہت بڑی سلطنت کی مالک اور بے حد ذہین تھی مگر بت پرست تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر جناتوں نے انھیں حاضر دربار کیا اور وہ مسلمان ہوگئیں۔ قرآن میں ۱۶ مقامات پر آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

## حضرت ایوب علیہ السلام

آپ بھی بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہیں۔آپ کا صبر ضرب المثل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ۱۳؍برس تک مصیبتوں کے امتحان میں مبتلا رہے اور اس زمانے میں دو عزیزوں اور ایک بیوی کے علاوہ ہر شخص نے انھیں چھوڑ دیا تھا۔اخیر میں آپ کی دعا و مناجات کے بعد پروردگار نے حکم دیا کہ زمین پر ٹھوکر مارو،آپ نے ٹھوکر ماری اور شفایاب ہو گئے۔

## حضرت یونس علیہ السلام

قرآن میں ۱۸؍جگہ آپ کا ذکر ہے۔آپ ۲۸؍سال کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ایک عرصہ تک تبلیغ نبوت کے بعد جب لوگ آپ کے فرماں بردار نہ ہوئے تو آپ نے قوم کے لیے بد دعا کی اور ''نینوا'' کو چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔دریاے فرات کے کنارے ایک کشتی میں مسافر سوار تھے،آپ بھی اس پر سوار ہو گئے۔راستے میں طوفان نے گھیرا اور کشتی الٹنے لگی تو لوگوں نے اپنے عقیدے کے مطابق کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے،اس کو اگر دریا میں ڈال دیا جائے تو کشتی سلامت رہے گی۔حضرت یونس علیہ السلام کو خیال آیا کہ میں خدا کی وحی کے بغیر آ گیا ہوں اور یہ عذاب اسی وجہ سے ہے۔چناں چہ آپ نے کشتی والوں سے کہا کہ میں بھاگا ہوا غلام ہوں۔لوگوں نے آپ کو سمندر میں ڈال دیا، جہاں ایک مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو نگل لیا،آپ چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے پھر اس نے آپ کو ساحل پر صحیح و سالم اگل دیا۔کچھ دن وہیں آپ نے قیام فرمایا۔خدا سے معافی مانگی،مناجات کی،اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ''نینوا'' جانے کا حکم فرمایا۔آپ واپس نینوا آئے اور وہاں کے لوگوں نے آپ کی اطاعت و فرماں برداری قبول کی۔

## حضرت عزیر علیہ السلام

آپ بھی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بخت نصر کے بیت المقدس پر حملہ کے وقت کم عمر تھے اور چالیس برس کی عمر میں آپ کو نبوت عطا ہوئی۔جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی گمراہی کے سبب اللہ کا بیٹا کہتے ہیں،اسی

طرح یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔

## حضرت زکریا علیہ السلام

قرآن میں آپ کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔آپ بھی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے۔آپ نے اپنی گذراوقات کے لیے بڑھئی کا پیشہ اختیار کیا۔آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔بڑھاپے میں پروردگار نے آپ کو ایک صاحبزادہ عطا فرمایا جن کا نام یحییٰ علیہ السلام تھا۔

## حضرت یحییٰ علیہ السلام

آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ پہلے بنی اسرائیل میں تشریف لائے۔آپ کو اللہ تعالیٰ کا بے انتہا خوف تھا اور آپ جنگلوں اور ویرانوں میں خلوت نشین رہتے اور درختوں کی پتیاں کھا کر زندگی بسر فرماتے۔خوف سے روتے روتے آپ کے رخسار پر گہرا اثر ہو گیا تھا۔ایک دن آپ نے لوگوں کو بتایا کہ مجھ سے بڑھ کر خدا کا ایک اور نبی آنے والا ہے۔قوم نے ان کی مقبولیت کو زیادہ دن برداشت نہیں کیا اور یہودیوں نے غصے میں ایک دن آپ کو شہید کر ڈالا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام

''رُوْحُ اللّٰہِ'' آپ کا لقب ہے۔آپ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نمونہ اور حضرت مریم علیہا السلام کے فرزند ہیں،جنھیں اللہ عزوجل نے بن باپ کے پیدا کیا،شہر سے باہر ایک باغ میں اللہ کے حکم سے جبریل امین آئے اور انھیں بچے کی بشارت دی،ان کے گریبان میں پھونک ماری،جس سے وہ حاملہ ہوئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔قرآن مجید میں ان کی ولادت کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ماں کی گود میں آپ نے اپنی والدہ کی پاک دامنی کی گواہی دی۔سرکش قوم جب آپ کی دشمن ہوئی تو سولی دینا چاہا مگر وقت سے پہلے ہی اللہ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا،قرب قیامت آپ دوبارہ جلوہ گر ہوں گے۔

●●

# قرآن کریم واضح اور روشن کتاب ہے

ڈاکٹر سلیم طالب القادری بریلوی

زندگی کے فروغ و بقا نیز اس کی انفرادیت و اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے ہر قوم کو ایک ایسے لائحۂ عمل کی ضرورت ہوتی ہے جس پر عمل پیرا ہوکر بلندی و سرفرازی حاصل ہو۔ جس قوم کے پاس کوئی مکمل ضابطۂ حیات، نظام زندگی اور لائحۂ عمل نہیں ہوتا وہ کبھی بھی ترقی نہیں کرتی۔ وہ ہمیشہ ذلت وخواری کے قعر مذلت میں پڑی رہتی ہے۔

اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے عموماً ہر انسان کے لیے اور خصوصاً مسلمان قوم کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ''قرآن کریم'' نازل فرمایا جو زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے اور ہر شعبۂ حیاتِ انسانی کے لیے مکمل نظام وآئین کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم رشد وہدایت کا ایک ایسا مکمل نصاب ہے جو ہمیشہ کے لیے کافی وشافی ہے۔ اس میں زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشے کے لیے صاف، سادہ اور نہایت آسان آئین وقوانین موجود ہیں۔ جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور حیات انسانی کی کامیابی وکامرانی، احیا و بقا، فلاح و بہبود اور اوج وعروج کے تمام اسباب مہیا کرتے ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ آئین وقوانین ہیں جن کا اتباع کرنے والا ہر انسان تحت الثریٰ سے اوج ثریا تک پہنچ جاتا ہے۔

انسانی کامیابی وکامرانی اور رشد وہدایت کا یہ ابدی نصاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے جو انسان کو تیرگی وتاریکی سے روشنی میں لاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ.'' (سورۂ مائدہ:۵-آیت:۱۵)

(بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔)

جن لوگوں کے دلوں میں کفر کی بیماری لگی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس نور سے محروم ہیں۔ قرآن کریم راہ گم کردہ انسانوں کے دلوں میں لگی ہوئی بیماری کفر کو دور کرتا ہے اور ان مریضوں کو

صحت بھی عطا فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وہدایت کا سرمدی سرچشمہ ہے۔

یٰـاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَ هُدًی وَّرَحْـمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ. اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔ (سورۂ یونس:۱۰-آیت:۵۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نورانی اور واضح کتاب کو صرف اس لیے نازل فرمایا کہ لوگ کفر کی تاریکیوں سے نکل کر نور ایمان کی روشنی میں آجائیں، ہدایت حاصل کر کے اللہ کی رحمت و شفقت کے سایے میں زندگی بسر کریں اور دو جہاں کی بے شمار نعمتوں سے اپنے دامن کو بھر لیں۔ قرآن کریم وہ نصاب، آئین و قانون ہے جس کی اتباع و پیروی کر کے انسان گل کو گل دستہ اور نشو ونما کو نغمہ بنا سکتا ہے۔

''هُوَالَّـذِیْ یُـنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِکُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِیْمٌ.'' (سورۂ حدید:۵۷-آیت:۹)

(وہی ہے کہ اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے کہ تمھیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جائے اور بے شک اللہ تم پر ضرور مہربان، رحم والا۔)

اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو قرآنی نظامِ حیات عطا فرمایا تا کہ وہ احکام الٰہی کی پیروی کر کے حقیقی معنوں میں خلافت ارضی کا حق ادا کر سکیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ نے ضرورت سمجھی تو رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ برابر جاری رکھا۔ انبیاے کرام کے ذریعہ ہر زمانہ میں اپنا پیغام مختلف قوموں کے پاس بھیجا۔ جو لوگ اس پر عمل پیرا ہوئے انھیں کو دونوں جہاں کی نعمتیں ملیں۔ اخیر میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لیے ''رحمت'' بنا کر بھیجا تو ایسی مکمل اور جامع نورانی کتاب بھی نازل فرمائی جو جملہ ازلی حقائق کا خزینہ و گنجینہ ہے اور جس میں تمام آسمانی کتابوں کے حقائق کو یکجا کر کے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے تا کہ تمام انسانوں کے سامنے رشد وہدایت کا ایک مکمل جامع اور ابدی نصاب موجود رہے:

تمام اگلے صحیفوں کو کر دیا منسوخ
رسول پاک تمھاری کتاب کیا کہنا

اب یہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ خود بھی احکامِ الٰہی کی پابندی کرے، قرآن کریم کی روشنی میں ہر کام کو انجام دے اور دوسروں تک ان احکام وقوانین الٰہی کو پہنچائے، ایسا کرنے سے بخل نہ کرے۔''وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ.''(سورۂ مائدہ:۵-آیت:۴۸)

(اور اے محبوب! ہم نے تمھاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ وگواہ، تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے-)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ کرم خاص فرمایا کہ انسانی فطرت کے عین مطابق آسان اور سہل قوانین وآئین کی کتاب ''قرآن کریم'' نازل فرمائی۔ جس کے سمجھنے میں کوئی پیچیدگی نہیں اور جس کی اتباع وپیروی میں کوئی دشواری نہیں۔ یہ وہ احکام وقوانین ہیں جو انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی میں ایک ہی طرح کارفرما رہتے ہیں۔ ان تمام آسانیوں کے باجود اگر وہ قرآن کریم سے سبق نہ لے، نصیحت نہ حاصل کرے اور اتباع احکام الٰہی نہ کرے تو اس سے زیادہ بدنصیب کون شخص ہوگا۔ فرمایا گیا:

وَلَقَدْیَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟ -سورۂ قمر۵۴-آیت:۱۷)

قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرنے والے اور احکام الٰہی کی اتباع کرنے والے ہر قیدو غلامی سے آزاد رہتے ہیں، ان کی زندگی احکام الٰہی کی روشنی میں گذرتی ہے۔ جو دنیاوی رسم و رواج کے بوجھ انسان لاد دیتا ہے اور طوق غلامی گلے میں ڈال لیتا ہے وہ تمام بوجھ اور طوق قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے ختم ہوجاتے ہیں:

''وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ ''(اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا-(سورۂ اعراف:۷- آیت:۱۵۷)

قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کے مطالب کو اس طرح سمجھیں کہ واقعات کی روح کی گہرائی وگیرائی سے واقف ہوجائیں۔ چوں کہ قرآن کریم کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ واقعات کا اسلوب بیان ایسا ہوتا ہے جن کے اندر

ابدی فلسفیانہ اور اخلاقی اصول پنہاں ہیں۔ جو ہر زمانے میں ہمہ اوقات زمانے کی روح سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اگر مطالب سے ناواقف ہے اور قرآن کریم کا مطالعہ کرتے رہے تو ہم کبھی بھی اسلام کی روح سے واقف نہیں ہو سکتے اور قرآن کریم مسلمانوں میں جو روح بیدار کرنا چاہتا ہے وہ بھی مفقود رہے گی۔ مطالب کو سمجھنے کے لیے خدا خود فرماتا ہے:

''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو، اسے سمجھو۔ (سورۂ نساء:۴۔ آیت:۴۳)

صاف ظاہر ہو گیا جو کچھ بھی پڑھو سوچ سمجھ کر پڑھو، اس کے معنی و مطلب پر غور کرو اور معانی و مطالب کی روح سے واقف ہو جاؤ۔

قرآن کریم ایک ہمہ گیر حکمت، مکمل نظامِ حیات کا ابدی نصاب اور انسان کی عملی زندگی کے لیے ایک مشعل راہ ہے۔ یہ حقائق کلام الٰہی کا وہ گنجینہ ہے جس میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں، جس کی کوئی بھی بات کبھی بھی نہیں بدل سکتی اور جس کی کوئی آیت بھی شرمندۂ تاویل نہیں ہو سکتی۔ ارشاد ہوتا ہے: ''ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ '' (وہ بلند رتبہ کتاب، کوئی شک کی جگہ نہیں۔) اور ''لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰهِ '' (اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ سورۂ یونس:۱۰۔ آیت:۶۴) قرآنی نظام میں ملوکیت اور قوم پرستی بدترین لعنت ہیں، اس نظام کی رو سے کسی بھی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے آدمی پر حکومت کرے۔ ہر قسم کی تفریق جو انسان کو ٹکڑے ٹکڑے کردے، قرآن کریم کے نزدیک ممنوع ہے۔ قرآن کریم کے عالمگیر تصور میں نسل، رنگ، وطن، قوم اور زبان کا کوئی فرق نہیں۔ ذات پات کی تقسیم اور غلامی کا تصور قرآن کریم کے نزدیک ناقابل برداشت ہے، اسلام نے نسلی و نسبی فضیلت کو مٹا کر انسانی اعمال کی برتری اور فضیلت قائم کی۔ کفر و ایمان اور مومن و غیر مومن وغیرہ کا امتیاز مسلکِ زندگی بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے صاف صاف فرمادیا کہ آدمی آدمی میں صرف اعمال کی بنا پر فرق ہے۔ جس کے اعمال اچھے ہوں وہ سب سے زیادہ اچھا ہے: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ. '' (بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ، جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ سورۂ حجرات:۴۹۔ آیت:۱۳)

اللہ تعالیٰ نے احکام صادر فرمائے، قوانین جاری کیے اور آئین مرتب فرما دیے، جو انسان بھی اتباع احکام و قوانین کرے گا اس کی نجات ہوگی اور جو شخص قانون کی طرف توجہ نہیں دیتا وہ بھی خداوند کریم کے قوانین کی ہمہ گیری سے بچ نہیں سکتا۔ اگر اتباع احکام نہیں کرے گا تو اس کی سزا اس دنیا میں تو پائے گا ہی لیکن مرنے کے بعد بھی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اب جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ اختیار کرے:

''اِنَّ هٰـذِهٖ تَـذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا. '' (بے شک یہ نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔ سورۂ مزمل:۷۳۔ آیت:۱۹)

اللہ جل شانہ کے احکام کو چھوڑ کر نفس کی غلامی کرنا سب سے بڑی گمراہی ہے۔ خدا کے احکام کے مقابلے میں نفس کی بیڑی دنیاوی جاہ وجلال والے اشخاص کی اطاعت اور اسلاف پرستی وغیرہ کسی کو بھی ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ نفسانی خواہشات وہ بری بلا ہیں جو انسان کو ہمیشہ گمراہ اور ذلیل وخوار رکھتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ . اِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. '' (اور اس سے بڑا گمراہ کون، جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا، بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو۔ سورۂ قصص:۲۸۔ آیت:۵۰)

احکام الٰہی کے علاوہ ہر طرح کی اطاعت وفرماں برداری کرنے سے انسان ایک ایسا غلام بن جاتا ہے کہ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے متاع انسانیت لوٹ لی جاتی ہے۔ اسلام نے امیر کی اطاعت کا حکم بھی صرف اس صورت میں دیا کہ جب تک امیر کے احکام حکم الٰہی کے مطابق ہوں، نیز قرآن کے قوانین کی روشنی میں ہوں۔

قرآن کریم وہ لاثانی صحیفۂ آسمانی ہے جو انسانی رشد وہدایت کا امین ہے، جس نے اس زمین پر امن وآشتی اور فلاح وسلامتی کا دین مبین قائم کیا، انسان کو انسانیت کا جامہ پہنایا، اللہ کے راہ گم کردہ بندوں کو سیدھا راستہ دکھایا، انسان کو اللہ جل جلالہ کی محکومی کے علاوہ ہر قسم کی اطاعت وفرمانبرداری، غلامی ومحکومی اور قید واسیری سے آزاد و بے نیاز کر دیا۔ اللہ کے حضور میں ایک سجدہ کروا کر انسان کو ہزاروں سجدوں سے نجات دلائی۔ اللہ جل شانہ جتنا بے نیاز ہے اتنا ہی

بندہ نواز ہے۔ اس کی بندہ نوازی، کرم فرمائی، شفقت و محبت، عنایت و رحمت اور احسانات کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، نہ گنتی ہے نہ شمار۔ اس پاک بے نیاز کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقۂ پاک میں انسان کو انسان پرستی، غیر خدائی طاقت نیز غلامی و فرمانبرداری سے نجات دلائی اور اس طرح انسان کے ذہن و فکر کی آزادی و بلندی قائم رکھی۔ وہ انسان جو کبھی قیصر و کسریٰ کے سامنے، کبھی کاہن و پاپا کے حضور میں، کبھی سلطان و امیر کے دربار میں اور کبھی کلیساؤں میں ضمیر فروش اسقف کے آگے سرِ نیاز جھکا دیتا تھا، جو زمین، آسمان، انسان، حیوان، چاند، سورج، چرند و پرند غرضے کہ جس کو چاہتا رب سمجھ کر سرِ سجود خم کر دیتا تھا، خداوند قدوس نے اس انسان کو ہر طرح کی غیر خدائی اطاعت سے بچایا اور ''اِلٰھُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ '' (سورۂ بقرہ:۲-آیت:۱۶۳) کا سبق سکھایا، خالق مطلق کے وجود حقیقی سے روشناس کر دیا، ذلت و پستی کے قعر سے نکال کر بلندی و عروج عطا فرمایا، صراط مستقیم دکھا کر دو جہاں کی بے حساب گونا گوں نعمت ہائے عظمیٰ سے مالا مال فرمایا۔

قرآن کریم تمام دنیا میں لاثانی قوانین کا وہ نصاب ہے جس کی اتباع و پیروی کرنے کے لیے آج لوگ جوق در جوق چلے آرہے ہیں، ان کی دلی تمنائیں ہیں کہ ہم ان احکام و قوانین کی اتباع کریں جو نہایت آسان ترین ہیں۔ ایک مرتبہ نپولین نے کہا تھا: I hope the time is not for of when I shall be able to unite all the wise and educated men of all countries and established a uniform regine based pn the principles of Quran which alone are true and can lead men to happiness.

پروفیسر آرنالڈ ٹوائن بی (Professor R. Toyn Bee) نے لکھا ہے کہ آج دنیا کو اسلام کے عالمگیر اصولوں اور قوانین کی ضرورت ہے اور اس عالمی بھائی چارہ کی ضرورت ہے جس کا سبق سب سے پہلے اسلام نے سکھایا۔ یہ اس وقت مفکرین میں درجۂ امتیاز کا مالک ہے، ایک جگہ لکھتا ہے: Islam is the religion of the universe,Islam is the destiny of mankind,that dignity must come to

fulfilment sooner or latter.

قرآنی نظام وقوانین اسلام کی ضرورت آج دنیا کو بہت محسوس ہو رہی ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم کو ایک نور اور واضح کتاب بنا کر صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے نازل فرمایا۔ دنیا میں مختلف مذاہب کی کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ بعض صحیفۂ آسمانی بھی ہیں لیکن ان تمام کتابوں میں یہ فضیلت صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے کہ وہ جس شکل میں اب سے تقریباً چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا آج بھی ویسا ہی موجود ہے، کہیں زیر، زبر کا فرق نہیں آسکا ہے اور آج قرآن کریم کے سیکڑوں ترجمے دنیا کی ہر زبان میں ہو چکے ہیں، نیز تراجم کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ یہ خداوند قدوس کے قائم کردہ نظام ''اسلام'' کی ہی شان ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب کے بڑے بڑے عالم اور ساتھ ہی ساتھ وہ لوگ بھی جو کسی مذہب کے قائل نہ تھے ''اسلام'' قبول کر کے فخر محسوس کر رہے ہیں اور اب اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد روز بروز تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

لیکن افسوس، صد افسوس! کہ مسلمان قرآن کریم کی طرف سے غافل ہوتے جا رہے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے جن کو صرف تتلا کر بولنا آتا ہے کسی انگریزی اسکول میں A.B.C.D اور چھوٹا آ، بڑا آ پڑھنے کے لیے داخل کیے جاتے ہیں، کلمۂ طیبہ ان کو نہیں سکھایا جاتا، قرآن کریم سے لاکھوں میل دور رکھا جاتا ہے۔ نتیجۃً وہ بڑے ہو کر دین سے غافل، ایمان سے متنفر اور احکام الٰہی و قرآن کریم سے بیزار نظر آتے ہیں اور اس ''اسلام'' سے محروم رہتے ہیں جو تمام عالم کے لیے رحمت ہے۔ ایک طرف اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف نسلی اور آبائی مسلمان کہلانے والوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو رہی ہے اور اسلام بیزاری عام ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ! اللہ! کیا تھا اور کیا ہو گیا؟۔

●●

# قرآن مجید کا سب سے پہلا سبق

## بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مظفر حسن علی سہسرامی

قرآن حکیم کا بالکل پہلا اور ابتدائی سبق ہے: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. جس کا ترجمہ ہے: ’’اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا-‘‘ قرآن کے عنوان پر غور کیجیے تو صاف معلوم ہوگا کہ ’’بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ‘‘ اس کتاب کا مقدس ترین عنوان ہے اور قرآن مجید میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ اسی عنوان کی تشریح ہے-

قرآن کی تعلیم کے مطابق انسانی زندگی گزارنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کے لیے ہو اور اسی راز کا اجمال ’’بِسۡمِ اللّٰہ‘‘ ہے۔ چناں چہ حکم ہے کہ آپ کو جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو ’’بسم اللہ‘‘ ضرور پڑھیں۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ آپ جب بھی کوئی کام شروع فرماتے تو ’’بِسۡمِ اللّٰہ‘‘ سے شروع فرماتے-حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کام کو بغیر بسم اللہ کے شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ چناں چہ خدا ہی کی رحمت اور امداد سے اس دنیا کا کارخانہ چل رہا ہے۔ اس واسطے اسلام نے ہم کو تعلیم دی کہ ہر ایک نیک اور جائز کام شروع کرتے وقت ہم کو اس بات کا قرار کرتے رہنا چاہیے کہ اس کارخانۂ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ درحقیقت خدائے تعالیٰ ہی کی طاقت اور توفیق کا نتیجہ ہے-

قرآن حکیم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ اس کی ایک ہی آیت کو پوری طرح سمجھ لیں تو وہ آپ کو مراد تک پہنچا دیتی ہے۔ بعض علما کا قول ہے کہ سارے قرآن کا نچوڑ ’’اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ‘‘ کی سورہ ہے اور ’’اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ‘‘ کا خلاصہ اور عطر ’’بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ‘‘ ہے۔ اگر آپ نے مکمل طور پر اس عنوان کو سمجھ لیا تو گویا آپ نے قرآن کے عطر اور نچوڑ کو سمجھ لیا-

’’بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ‘‘ کا پہلا سبق یہ ہے کہ آپ کی زندگی خدا کے لیے ہے اور

آپ اس دنیا کی زندگی میں جو بھی کام کریں وہ خدا کے لیے کریں۔یعنی ہر ایک کام میں آپ کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں یہ کام اپنی جان یا اولاد یا دنیوی حاکم کی رضا یا فائدے کے لیے نہیں کروں گا بلکہ اپنے خدا کے لیے کروں گا اور اسی بات کا نام ''للّٰہیت'' ہے۔للّٰہیت کے معنی ہیں ہر کام کو صرف خدا کی خوشنودی کے لیے کرنا اور یہی قرآن کا حاصل ہے۔جس کا حصول ''بِسْمِ اللّٰہ'' سے ہوتا ہے۔

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کا دوسرا سبق یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کے ہر کام شروع کرتے وقت خدا کی رحمت کو اپنے سامنے رکھیں۔ جب لکھتے وقت پڑھتے وقت، کھاتے پیتے وقت، سوتے جاگتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ'' پڑھیں گے اور اس رحمٰن ورحیم کا نام لیں گے تو آپ کو دو باتوں کا یقین ہو جائے گا؛ ایک تو یہ کہ میں یہ کام خدا کے لیے کر رہا ہوں۔اس لیے خدا کے کام میں کسی قسم کی بدنیتی، برائی، طمع، فریب اور جھوٹ شامل نہ ہو سکے گا اور دوسرا اس کا یقین ہوگا کہ آپ جس خدا کے لیے یہ کام کر رہے ہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے۔اس لیے آپ نہ تو ہمت ہاریں گے نہ ڈر یا خوف کو اپنے پاس آنے دیں گے، بلکہ رحمٰن ورحیم خدا کی رحمت و برکت پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں گے اور جب آپ کو اس کی رحمتوں کے سہاروں کا یقین ہو جائے گا تو بلاشبہ آپ ہی کامیاب ہوں گے۔پس اس حیثیت سے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کامیابیوں کی ضمانت اور کامرانی کا تعویذ ہے۔تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جب بھی کوئی کام کریں تو ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے دونوں سبقوں کو اچھی طرح باور کر لیا کریں اور اس کا خیال رہے کہ ہمارا ہر ایک کام خدا کے لیے ہو، خدا کے حکم کے مطابق ہو۔اور جب ذہن وفکر میں یہ بات پختہ ہو جائے گی تو پھر یہیں سے قرآنی تعلیمات کا خلاصہ آپ کی زندگی میں مزین طور پر نظر آنے لگے گا۔

●●

# قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دستور حقیقی ہے

ڈاکٹر ضمیر الدین شیخ، آکولہ، ضلع ناسک

انسان اس متحرک رہنے والی دنیا میں چاہے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلے اور عقل انسانی اپنی دریافتوں میں چاہے اوج ثریا ہی سے کیوں نہ ہمکنار ہو جائے لیکن اس کی طاقتیں اور اختیارات پھر بھی اس کی اپنی دسترس سے باہر رہیں گے جب تک کہ وہ اس سرچشمۂ قدرت و طاقت و اختیار کا مطیع نہ ہو جائے جس نے اس تماشاے عالم کی تکمیل صرف لفظ ''کُنْ'' سے فرمائی اور پھر انسان کو پیدا کر کے اس نظام عالم کو چلانے کے لیے اسے اپنا نائب بنایا اور نظام ارضی وسماوی کی تخلیق اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے کی۔ پھر اس سلسلۂ ابن آدم کی بقا اور اس کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے اسے عقل سلیم سے ممیّز فرما کر اس میں ایک مناسب ترین فطرت صالحہ پیدا کی، جسے اس کی پاکیزہ روح اور ضمیر سے ہم آہنگ کر کے اسے مجسم عقل وبصیرت کر دیا:

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ.

تو بڑی برکت والا ہے اللہ، سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ (سورۂ مومنون: ۲۳-۱۴)

دنیا میں انسانوں کی بھلائی کا احساس اور خالق حقیقی کی شناسائی کی صلاحیت اسی فطرتِ صالحہ سے متعلق ہے۔ اسی فطرت میں خلل وفساد سے انسان جب بھی گمراہ کن راستوں کی سمت گامزن ہوا، قدرت نے اسی فطرت کی درستی کا انتظام فرمایا اور جب بھی قانون قدرت کے اصولوں پر انسانوں میں یہی فطرت بیدار ہوئی وہ راہِ راست پر آکر صراط مستقیم پر گامزن ہو گیا ہے اور اس کی اپنی اس دنیا سے شر وفساد کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

آج سے پندرہ سو سال پہلے کی تاریخ پر اگر آپ ایک سرسری نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ جو

جہالت، غرور و تمکنت، کفر و طغیان، بے راہ روی، ضلالت، بغض و بے مروتی، حسد و کینہ، فسق و فجور، آمرانہ جبر و استبداد، ظلم و معصیت اور لایعنی، بے سود کوشش انسانی بنی نوع انسان کا خاصہ بن گئی تھی۔ آج کے اس ترقی پذیر اور تعلیم یافتہ دور میں بھی اقوام عالم میں نہ صرف جوں کے توں موجود ہے بلکہ اس سے زیادہ ملمع سازی سے یہ داخلِ نظامِ حیاتِ انسانی ہے۔ یہی نہیں بلکہ دنیائے انسانیت کے لیے آج موجب فخر ہے۔ مصورِ شر و فساد شیطان نے جو چکر ابن آدم میں چلایا تھا وہ آج بھی نہ صرف موجود ہے بلکہ زمانے کی بے انتہا ترقی کے ساتھ یہ بھی اپنی پوری توانائی کے ساتھ ترقی پذیر ہے۔ اس لیے کہ ظاہری چمک دمک اور مصنوعی تعلیم کی ملمع سازی نے اس کی روح، ضمیر اور فطرت سلیمہ کو مردہ کر دیا ہے اور اسی لیے باوجود انتہائی ترقی کے بھی آج کا انسان ساری دنیا میں جنگ و جدل میں مصروف ہے اور اس کی آنکھیں اپنے گرد و پیش کو دیکھنے سے قاصر ہو گئی ہیں۔ اس لیے کہ آج کی عقل و سائنس اور علم و دانش اسے پرواز رفعت کا درس تو دے سکتی ہے مگر جو بدبودار عفونتی زخم قوموں کے اجسام میں پیدا ہو گئے ہیں اسے مندمل کر کے اسے صحت مند بنانے سے قاصر ہے۔ ملک و ملت کی بھلائی کے راستے اور نسلِ انسانی کی حقیقی فلاح و بہبود کے جذبہ سے یہ تعلیم یکسر خالی ہے۔ رفعتِ پرواز کی آڑ میں وہ ایک ایسے اندھے اور تاریک غار کی سمت تنزل پذیر ہے جہاں قوموں کی جدوجہد کی پاکیزگی کی کوئی روشنی نہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بلند و بالا انسانی ترقی کے باوجود یہ دور، دورِ جہالت سے بدتر کیوں ہے؟ اس کی ایک اور صرف ایک وجہ ہے اور وہ ہے اس سرچشمہ طاقت و قدرت و اختیار سے دوری اور انحراف جو کل کائنات کا خالق اور اس کی ہر شی کو پیدا کرنے والا ہے۔

آج سے ٹھیک چودہ سو برس پہلے اسی قوت تمام یا طاقتِ کل نے سینکڑوں سال بھٹکنے والے انسان کو راہِ راست پر لانے کے لیے نبی آخر الزماں حضور پرنور رسالت مآب خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ کو عطا کی ہوئی شریعت کو تا قیام قیامت نافذ العمل فرما کر ابن آدم کی بقا اور اس کی پاکیزہ دنیاوی زندگی کے لیے وہ سیدھے اور صاف راستے متعین فرما دیے جن پر عمل پیرا ہو کر انسان کی زندگی ایک کامیاب زندگی بن جائے اور اپنی پیدائش سے اپنی موت تک ہر ہر نفس خود بھی مطمئن اور پرامن رہے اور

دوسروں کو بھی مطمئن اور پرامن زندگی گذارنے دے۔ اسلامی قوانین بناوٹی اور ملمع ساز زندگی پر ایک ضرب کاری ہیں۔

اسلام ساری دنیا سے برائیوں کی لعنت دور کر کے اس دنیا کو بندگان خدا کے لیے بہشتِ نما بنانا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ (اتنے بلند و بالاعزائم کی تکمیل کے لیے اسی مرتبہ وشان کے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جامع ترین کتاب اور قیامت تک چلنے والے زندہ و جاوید احکامات کی ضرورت تھی جو آخر تک بدلتے رہنے والے زمانہ کی جملہ ضروریات و احتیاجات کے لیے ملتفی ہو اور ہر قوم اور عہد کے لوگ اس سرچشمہ ہدایت سے روشنی حاصل کر کے اپنی زندگی کو سنوارتے رہیں۔

قرآن کریم ایک خدائی کتاب اور قانون قدرت ہے اور اس کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، جو ہر قسم کی طاقتوں، قدرتوں اور اختیاروں کا حامل ہے۔ جو سب کچھ کر سکتا ہے اور صرف ایک ''کُــنْ'' میں کر سکتا ہے۔ انسان فرعون، شداد و قارون و ہامان بنے یا اپنی عقل و خرد میں ابن مقنہ (وہ فہم و فراست کا مالک سائنس داں جس نے اپنے دعوائے نبوت کی دلیل میں ایک ایسا چاند بنایا جو نظام شمسی سے متاثر ہو کر شب کے وقت مقررہ پر ایک کنویں سے نکلتا تھا اور آدھے ایران کو روشن کرتا تھا۔) یا آج کا چاند اور ستاروں تک پہنچنے والا وہ انسان جو آسمانوں کی سمت تو پرواز کر سکتا ہے مگر عقل و علم میں اتنا کمزور اور ناقص ہے کہ وہ معمولی سی چیونٹی یا مچھر جیسے حقیر جانور تک کو بنانے سے قاصر ہے۔ یہ اس کا وہ درجہ معذوریت ہے کہ جہاں اسے مالک حقیقی کون ومکاں کے سامنے اپنے کو بے بس سمجھ کر بے اختیار سر عبودیت جھکا دینا چاہیے۔

لہٰذا اسی خالق اکبر کی جانب سے جو کتاب کلام الٰہی کے نام سے نازل کی گئی اسے ایک زندہ جاوید معجزہ بنا کر ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت بنا کر نازل فرمایا گیا۔ اسی مالک الملک کا یہ زندہ معجزہ ہر زمانے میں ہر عہد کے انسانوں کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات، ہدایت، دستور العمل اور ایک نور ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر یہ انسان ایک پاکیزہ مجسمہ متحرک یعنی بندۂ صالح بن کر نہ صرف اپنی حیات سیاہ کو منور و روشن بنا لیتا ہے بلکہ وہ دوسروں کے لیے بھی نمونۂ عمل بن جاتا ہے۔ اسی ضابطۂ حیات انسانی نے چودہ سو سال پہلے اس انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی

جن سے ان افعال کا ارتکاب ہوتا تھا جو انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا تھے۔

ذرا توجہ فرمایئے!! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات کے مکرم اور فائز المرام درجہ تک پہنچایا اور اس کی پیشانی کو اسی لیے بلند وارفع بنایا تھا کہ وہ اپنے درجہ کو پہچانے اور ساری مخلوق میں سب سے سربلند رہ کر صرف اسی رفعت وعز وشان والے آقا کے حضور اپنی جبین نیاز جھکائے تا کہ دنیاوی خود ساختہ خداوں کے سامنے نہ جھک کر اس کا درجۂ اشرف المخلوقات بلند وبالا رہے۔ قرآن نے انسان میں اس کی معراجِ انسانیت بیدار کی اور اس کی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں پرامن رہنے کے لیے اسلام جیسے پروقار اور پرامن دین سے سرفراز فرمایا تا کہ ساری دنیا ''دارالامن'' بن جائے اور ظلم وجبر اور طغیان کا سد باب ہو جائے۔

## مساوات عامہ اور قرآن

قرآن نے دنیا کے سامنے سب سے پہلے توحید خالص پیش کر کے اس کی شان بندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اس درجۂ اشرف المخلوقات کی محافظت فرمائی اور '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کا پیغام سنا کر روئے زمین کے سارے انسانوں کو اس میں پرو کر عام مساوات انسانی کا اعلان کیا:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا. (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا۔سورۂ نساء:۴-آیت:۱)

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً. (لوگ ایک دین پر تھے۔سورۂ بقرہ:۲-آیت:۲۱۳)

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ، جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔سورۂ حجرات:۴۹-آیت:۱۳)

گویا بنی نوع انسان جب ایک ہی کنبہ کے افراد ہیں، نسلی، ملکی اور مالی اعتبار سے کسی کو کسی پر فوقیت نہیں لیکن امتیاز کا ہونا بھی فطری چیز ہے۔ اس لیے شریف، نیکوکار اور خداترس کو برقرار رکھ کر اس میں سعی اور جدوجہد کی تعلیم دی۔ دنیا کے کسی مذہب اور کسی کتاب نے اس شان سے اتنی عمدہ تعلیم نہیں دی۔ ایک پست دور گر پڑا، غریب سے غریب تر، اچھوت، غلام اگر اپنی زندگی

کو قرآنی سانچے میں ڈھال لے، سعی وجدوجہد سے صالح و نیکوکار بن جائے اور اس کے دل میں خدا کا خوف جاگزیں ہوجائے اور وہ اوامر و نواہی قرآن کا پابند بن جائے تو وہ اس منصب جلیل پر فائز ہوجائے گا۔ حضرت بلال حبشی اور حضرت صہیب رومی کی مثال موجود ہے۔ غریب تھے، نادار تھے، غلام تھے، نہ ہی نسل تھی، نہ ہی خاندانی و مالی اعزاز اور اس پر طرہ یہ کہ دنیاوی رنگ و روپ جاذب نہ تھا مگر دربار رسالت میں جو اعزاز انھیں ملا وہ کسی کو نہ مل سکا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا پر جلال خلیفہ بھی انھیں ہمیشہ آقا کے نام سے یاد کرتا تھا۔ اللہ، اللہ!! عظمت اور تقدیس کا جو معیار قرآن نے پیش کیا اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم نہیں کرسکتی اور اگر دنیا اسے اپنا لے تو پھر دنیا میں امن و سلامتی کے لیے کسی سوشلزم اور کمیونزم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

## اتحاد و اتفاق اور قرآن

اتحاد و اتفاق کی ضرورت و اہمیت کو ہر زمانے اور ہر قوم نے اپنی آخری حد تک تسلیم کیا ہے۔ قوموں کی قوت و طاقت، ان کے عروج اور عظمت و اقبال کا باعث یہی ہے اور جب بھی ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے اجزائے قومی منتشر ہوئے اور شیرازہ بکھرا ہے، وہ خس و خاشاک کے انبار بن گئے۔ جنھیں پانی کا ایک معمولی سا ریلا بھی اپنی رو میں بہا لے گیا ہے۔ یہ ایک فطری قانون اور ابدی صداقت ہے۔ اسلام چوں کہ ایک دین فطرت ہے اور جتنے فطری آئین و اصول ہیں وہ سب اپنی جگہ سادگیوں اور عام فہم نوعیتوں کے ساتھ اس میں جلوہ گر ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا — سورۂ آل عمران: ۳-آیت: ۱۰۳)

یہ صرف اتحاد و اتفاق کے لیے نہیں کہا گیا بلکہ قلب انسانی کو پورے طور پر متاثر کرنے اور مفہوم پیدا کرنے کے لیے "حَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً" کہا گیا ہے۔ تم معمولی طریقے یا غفلت سے نہیں بلکہ مضبوطی سے پکڑو، یعنی تم میں سے کسی ایک کی گرفت ڈھیلی نہ ہونے پائے کہ ایک گرفت ڈھیلی ہوئی اور شیطان کو راہ ملی۔ "حَبْلُ اللّٰه" قرآن کریم، اللہ کی کتاب، ربانی ضابطۂ حیات ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" (پھر اگر تم میں کسی بات کا

جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ ورسول کے حضور رجوع کرو-سورۂ نساء:۴-آیت:۵۹)

باہمی تنازعات اور جھگڑے بھی فطری ہوتے ہیں، زندگی میں ایسی صورتیں پیش آتی رہتی ہیں ایسی حالت میں انھیں بڑھنے کا موقع نہ دو۔ بلکہ فوراً قرآن کی طرف رجوع کرو اور اس صورت کے متعلق جو حکم اس میں پاؤ اس کے مطابق فیصلہ کرلو، اسے ناحق نہ سمجھو اور نہ اس میں چوں وچرا کرو-ایک ارشاد یہ بھی ہے:

''وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ''(اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمھاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی-سورۂ انفال:۸-آیت:۴۶)

قرآن نے کتنی صاف، سادہ، فطری اور حقیقی بات کہی ہے، جو سنتے ہی کانوں کے راستے دل میں اتر جاتی ہے۔ اگر صرف ''وَلَا تَنَازَعُوْا'' فرما دیا جاتا تو بھی کافی ہوتا تھا مگر ''فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ'' نے اس کے اندر گویا جان ڈال دی، روح پیدا کردی اور حسن واثر پیدا کر دیا۔ اب حکم سنتے ہی اس کے علل ونتائج کی ایک دنیا سامنے آجاتی ہے اور بڑی بڑی مغرور گردنیں اس حقیقت طرازی کے سامنے خم ہوکر رہ جاتی ہیں اور یہ صرف قرآن کا اعجاز ہے کہ اس کی حقیقت طرازی کے سامنے بڑے بڑے فصحائے عرب ششدر وحیران ہوکر رہ گئے-

## حریت ضمیر اور اسلام کی امتیازی تعلیم

اسلام نے حریتِ ضمیر یعنی آزادی ضمیر کے معاملے میں پوری پوری رواداری سے کام لیا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس نے پوری پوری آزادی ضمیر عطا فرمائی ہے۔ چناں چہ شادی بیاہ، ایجاب وقبول اسی کی ایک کڑی ہے۔ آزادی ضمیر کے قیام کی جو پوری کوشش قرآن نے کی ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ چناں چہ قبولِ دین کا معاملہ بھی اس پر موقوف ہے:

''لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ''(کچھ زبردستی نہیں دین میں-سورۂ بقرہ:۲-آیت:۲۵۶)

''فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیَكْفُرْ''

(تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے-سورۂ کہف ۱۸-آیت:۲۹)

قرآن اور اسلام کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ جو کچھ غلط ہے اسے غلطی کے طور پر

سمجھا دینا ہے اور جو اچھا ہے اسے اچھائی کے طور پر سمجھا دینا ہے، اب اگر تمھیں تمھاری دنیا و آخرت کی بھلائی اسلام میں نظر آتی ہے تو اسے قبول کرو اور اگر بھلائی نظر نہیں آتی بلکہ اپنی تباہی ہی تمھیں اچھی معلوم پڑتی ہے تو پھر اس کو قبول کر کے: ''خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ وَھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْن'' (سورۂ حج:۲۲-آیت:۱۱) میں شامل ہو جاؤ-

دراصل یہ اس حقیقت کو آشکار کر دینا ہے کہ اسلام دنیا کے کسی انسان کے کفر کی بنا پر دبانے کے لیے تیار نہیں، البتہ کفر و عصیان چوں کہ انسان کی ہلاکت کا باعث ہیں اور اس سے انھیں بچانا اس کا فرض عین ہے، اس لیے فرمایا گیا:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ.

اے رسول! پہنچا دو جو کچھ اترا تمھیں تمھارے رب کی طرف سے-

(سورۂ مائدہ:۵-آیت:۶۷)

یعنی اللہ کا پیغام پہنچانا ضروری ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ قبول کرے یا نہ کرے۔ اسلام میں حریت سوز ظالمانہ احکام قطعی نہیں۔ اسلام کی تعلیم نہایت نرم، مطابق فطرت اور قابل عمل ہے اور یہی قرآن کی امتیازی شان ہے-

●●

# صاحب قرآن آیات قرآنی کی روشنی میں

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی، بنارس، اتر پردیش

قرآن حکیم ویسے تو تمام کا تمام پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اوصاف حمیدہ، خصائل عظیمہ اور سیرت طیبہ کا ایک حسین و بے مثال گلدستہ ہے۔ ''اَلْحَمْدُ'' کی ''اَلِفْ'' سے ''وَالنَّاس'' کی ''س'' تک جہاں کہیں بھی مطالعے کی نگاہ دوڑائیے گا ''نعت حضور'' کا عظیم سمندر موجزن نظر آئے گا۔ چناں چہ یہاں پر مختصراً چند آیات قرآنیہ کا تذکرۂ جمیل کیا جارہا ہے جس سے فضائل و کمالات سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی روشنی پڑتی ہے۔

<u>حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لیے نبی ہیں</u>

☆-وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْراً وَّنَذِیْراً وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ. -اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا-(پارہ ۲۲، رکوع ۹، سورہ سبا: ۳۴-آیت: ۲۸)

☆-تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً.

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو-(پارہ ۱۸، رکوع ۱۶، سورۃ الفرقان: ۲۵-آیت: ۱)

☆-وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ.

اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہاں کے لیے-

(پارہ ۱۷، رکوع ۷، سورۃ الانبیاء: ۲۱-آیت: ۱۰۷)

☆-قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. -اے محبوب! تم فرماؤ، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے-(پارہ۹، رکوع ۱۰، الاعراف:۷-آیت:۱۵۸)

☆-وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْداً.

اے محبوب! ہم نے ہی سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ-

(پارہ۵، رکوع ۸، سورۃ النساء:۴-آیت:۷۹)

## حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور ہیں

☆-قَدْ جَآئَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ.

بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب-

(پارہ۶، رکوع ۷، سورۃ المائدۃ:۵-آیت:۱۵)

☆-اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ، اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ. -اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے-

(پارہ۱۸، رکوع ۱۱، سورۃ النور:۲۴-آیت:۳۵)

☆-یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا. وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. -اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر، ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب-(پارہ۲۲، رکوع ۳، سورۃ الاحزاب:۳۳-آیت:۴۵،۴۶)

☆-یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ. -کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے، برا مانیں کافر-(پارہ۲۸، رکوع ۹، سورۃ الصّف:۶۱-آیت:۸)

☆-یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ. -چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منھ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا-(پارہ۱۰، رکوع ۱۱، سورۃ التوبہ:۹-آیت:۳۲)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیب عطا ہوئے

☆-عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ.

غیب جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے-

(پارہ ۲۹، رکوع ۱۲، سورۃ الجن:۷۲-آیت:۲۶،۲۷)

☆-وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطۡلِعَکُمۡ عَلَی الۡغَیۡبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ. اللہ کی شان یہ نہیں اے عام لوگو! کہ تمھیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر-

(پارہ ۴، رکوع ۹، سورہ آل عمران:۳-آیت:۱۷۹)

☆-وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا.

اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے-

(پارہ ۵، رکوع ۱۴، سورۃ النساء:۴-آیت:۱۱۳)

☆-وَمَا هُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ.

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں-(پارہ ۳۰، رکوع ۶، سورۃ التکویر:۸۱-آیت:۲۴)

☆-اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ.

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا بیان انھیں سکھایا-(پارہ ۲۷، رکوع ۱۱، سورہ رحمٰن:۵۵-آیت:۱،۲،۳،۴)

## قرآن میں سب کچھ ہے

☆-وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ.

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا-(پارہ ۷، رکوع ۱۳، سورۃ الانعام:۶-آیت:۵۹)

☆-وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ.

اور ہم نے یہ قرآن اتارا کہ یہ ہر چیز کا روشن بیان ہے-

(پارہ ۱۴، رکوع ۱۸، سورۃ النحل:۱۶-آیت:۸۹)

☆-وَمَا کَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ

یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ. اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے۔ ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔
(پارہ ۱۱، رکوع ۹، سورہ یونس: ۱۰- آیت: ۳۷)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں

☆- یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَنَذِیۡرًا.
اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی!) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی خبری دیتا اور ڈر سناتا۔ (پارہ ۲۲، رکوع ۳، سورۃ الاحزاب: ۳۳- آیت: ۴۵)

☆- اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا. بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ (پارہ ۲۶، رکوع ۸، سورۃ الفتح: ۴۸- آیت: ۸)

☆- اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِھِمۡ.
یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان کا زیادہ مالک ہے۔ (وفی ترجمۃ) جان سے زیادہ قریب ہے۔ (پارہ ۲۱، رکوع ۱۷، سورۃ الاحزاب: ۳۳- آیت: ۶)

☆- وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ. اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔ (پارہ ۱۷، رکوع ۷، سورۃ الانبیاء: ۲۱- آیت: ۱۰۷)

☆- فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَھِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِکَ عَلٰی ھٰۤؤُلَآءِ شَھِیۡدًا.
تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمھیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔ (پارہ ۵، رکوع ۳، سورۃ النساء: ۴- آیت: ۴۱)

☆- اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاھِدًا عَلَیۡکُمۡ. بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر و ناظر ہیں۔ (سورۂ مزمل: ۷۳- آیت: ۱۵)

☆- وَکَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیۡکُمۡ رَسُوۡلُہٗ.
اور تم کیوں کر کفر کروگے، تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف لایا۔ (پارہ ۴، رکوع ۱، سورہ آل عمران: ۳- آیت: ۱۰۱)

## حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب جان ایمان ہے

☆-لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا.

اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (پارہ ۲۶، رکوع ۸، سورۃ الفتح: ۴۸-آیت: ۹)

☆-يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ. اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو۔

(پارہ ۲۶، رکوع ۱۳، سورۃ الحجرات: ۴۹-آیت: ۲،۱)

☆-لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا.

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(پارہ ۱۸، رکوع ۱۵، سورۃ النور: ۲۵-آیت: ۶۳)

☆-يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.

اے ایمان والو! اللہ ورسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمھیں زندگی بخشے گی۔ (پارہ ۹، رکوع ۱۷، الانفال: ۸-آیت: ۲۴)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کفر ہے

☆-يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (پارہ ۱، رکوع ۱۳، سورۃ البقرۃ-۱۰۴)

☆-وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو، کہ کہیں تمھارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔

(پارہ ۲۶، رکوع ۱۳، سورۃ الحجرات: ۴۹-آیت: ۲)

☆-وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ.

اور جو رسول کو ایذا (تکلیف) دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے-

(پارہ ۱۰، رکوع ۱۴، التوبہ: ۹-آیت: ۶۱)

☆-اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا. بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے-

(پارہ ۲۲، رکوع ۴، سورۃ الاحزاب: ۳۳-آیت: ۵۷)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننا ضروری ہے

☆-وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ مِنۡ اَمۡرِہِمۡ . وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا. اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک صریح گمراہی بہکا-

(پارہ ۲۳، رکوع ۲، سورۃ الاحزاب: ۳۳-آیت: ۳۶)

☆-فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا. اے محبوب! تمھارے رب کی قسم، وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں سے اس میں رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں-

(پارہ ۵، رکوع ۶، سورۃ النساء: ۴-آیت: ۶۵)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کو نسبت ہوگئی وہ معظم ہے

☆-لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ . وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ. مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو- (پارہ ۳۰، رکوع ۱۵، سورۃ البلد: ۹۰-آیت: ۲،۱)

☆-وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ وَہٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ. انجیر کی قسم اور زیتون

اورطور سینا اور اس امان والے شہر کی۔(پارہ ۳۰، رکوع ۲۰، سورۃ التین :۹۵-آیت ۱،۲،۳)

☆-یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ. اے نبی کی بیویو! تم اورعورتوں کی طرح نہیں ہو۔(پارہ ۲۲، رکوع ا، سورۃ الاحزاب :۳۳-آیت :۳۲)

☆-کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰه. تم بہتر ہوان سب امتوں میں جولوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(پارہ ۴، رکوع ۳، سورہ آل عمران :۳-آیت :۱۱۰)

## اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے

☆-قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آسمان کی طرف منھ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منھ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔(پارہ ۲، رکوع ا، سورۃ البقرۃ :۲-آیت :۱۴۴)

☆- وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی. اور بے شک قریب ہے تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔(پارہ ۳۰، رکوع ۱۸، سورۃ الضحیٰ :۹۳-آیت :۵)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ

☆-وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا. اور اس سے پہلے وہ (یہود) اس نبی (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

(پارہ ا، رکوع ۱۱، سورۃ البقرۃ :۲-آیت :۸۹)

## ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں

☆-قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ . اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا. تم فرماؤ اے میرے وہ بندو (غلامو!) جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

(پارہ ۲۴، رکوع ۳، سورۃ الزمر :۳۹-آیت :۵۳)

## حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت

☆-قُلْ اَطِیْعُوْ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ.

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا-(پارہ۳، رکوع۱۲، سورہ آل عمران:۳-آیت:۳۲)

☆-مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ. جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا-(پارہ۵، رکوع۸، سورۃ النساء:۴-آیت:۸۰)

☆-وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلَ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا. اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لےلو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو-

(پارہ۲۸، رکوع۴، سورۃ الحشر:۵۹-آیت:۷)

☆- وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. اور بےشک تم (اے محبوب) ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو-(پارہ۲۵، رکوع۶، سورۃ الشوریٰ:۴۲-آیت:۵۲)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا اختیار ہے

☆- وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ.

اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کردے گا-

(پارہ۹، رکوع۹، سورۃ الاعراف:۷-آیت:۱۵۷)

☆-وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ. اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو، جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے-(پارہ۱۰، رکوع۱۰، سورہ توبہ:۹-آیت:۲۹)

## ذکر میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

☆-لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ.

بےشک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جس پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے-(پارہ۱۱، رکوع۵، سورہ توبہ:۹-آیت:۱۲۸)

☆-قَدْ جَآئَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ بےشک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب-(پارہ۶، رکوع۷، سورۃ المائدۃ:۵-آیت:۱۵)

☆- قَدْ جَآئَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ. بےشک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے واضح

دلیل آئی (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے)-(پارہ ۶، رکوع ۴، سورۃ النساء: ۴-آیت: ۱۷۴)

☆-لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا. بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا-

(پارہ ۴، رکوع ۸، سورہ آل عمران: ۳-آیت: ۱۶۴)

**نوٹ:-**

ان مضامین قرآنی کی تفصیلات سے آگاہ ہونے کے لیے مطالعہ کیجیے ''کنزالایمان'' ترجمہ قرآن پاک از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ-''خزائن العرفان'' تفسیر قرآن از حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اور ''نور العرفان'' تفسیر قرآن از حضرت مولانا مفتی احمد یار خان قبلہ بدایونی علیہ الرحمہ اور ''اشرف التفاسیر'' مصنفہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی-

●●

# قرآن مجید.....مختلف نظمیں

## نعت

از: مولانا قاری **محمد عبدالحفیظ** حفیظ القادری رضوی، فیض آبادی

جو حبیبِ ربِّ قدیر ہے جو پیمبروں کا امام ہے
اسی جانِ رحمتِ دوجہاں پہ درود اور سلام ہے
جو شفیع یوم نشور ہے، جو سراپا نور ہی نور ہے
یہ اسی کی برکتِ خاص ہے یہ اسی کی رحمتِ عام ہے
نہ مثال بدر و ہلال سے دو حبیب حق کے جمال کی
جو گھٹا ہے اور نہ گھٹے کبھی وہ عرب کا ماہِ تمام ہے
وہ زمیں جو منبع نور ہے جہاں رحمتوں کا نزول ہے
کہ خزاں بھی جس کی بہار ہے وہ دیارِ خیر انام ہے
وہ رکوع ہو کہ سجود ہو، وہ قیام ہو کہ قعود ہو
یہ ادائیں سب ہوں حضور کی تو نماز اور قیام ہے
مجھے تخت و تاج سے کیا غرض، نہیں مجھے خلد کی آرزو
جو کرم سے اپنے وہ بخش دیں بس اسی میں خوش یہ غلام ہے
چلے فرش سے سوئے آسماں بڑھے عرش سے سوئے لامکاں
جہاں جبریل نہ جاسکے وہ نبی کی رفعت تام ہے
وہی زینت سر عرش ہیں وہی رونق گل و فرش ہیں
ہیں انھی کی ساری تجلیاں کہیں صبح ہے کہیں شام ہے
یہ حفیظ قادری پُرخطا، ہے غم و الم میں گھرا ہوا
ہو کرم کی اس پہ بھی اک نظر، یہ حضور ہی کا غلام ہے

## ماہ صیام -از: حضرت شمسؔ، الہ آبادی

مومنوں کے دلوں کا اجالا ہے تو، کتنا پیارا ہے اے ماہ رمضان تو!
کس قدر حق نے بخشیں تجھے نعمتیں ، دولت دین تو، روحِ ایمان تو!

تجھ پر نازل ہوا یہ قرآنِ حکیم ، حق نے بخشا تجھے مرتبہ یہ عظیم
لطف و انعام تو ، رحمت عام تو ، حشر میں عاصیوں کا نگہبان تو!

جس نے پا کے تجھے تیری تعظیم کی ، اس پہ نازل ہوئی رحمتِ ایزدی
تیری آمد کے رہتے ہیں سب منتظر، لے کے آتا ہے بخشش کا سامان تو!

اک مہینے کی خاطر تو آتا ہے تو ، نعمتیں اپنے ہمراہ لاتا ہے تو!
یہ عجب ماجرا ہے خدا کی قسم ، میزبانی کرے بن کے مہمان تو!

یہ نماز و تراویح و روزہ و سحر ، وردِ قرآنِ رب شب کے پچھلے پہر
وجد ہی وجد ہے ، کیف ہی کیف ہے ، نور ہی نور ہے ماہ رمضان تو!

شمسؔ ہو جائے گی چشم صائم کی نم، لے کے آئے گی جب عیدِ فرقت کا غم
الوداع الوداع گونج اٹھے گی صدا، جلد آنا پھر اے ماہِ رمضان تو!

●●

## نعرۂ تکبیر: شاعر اہل سنت حضرت اجملؔ سلطان پوری

مومن کی تقریر اللہ اکبر    مومن کی تحریر اللہ اکبر
مومن کی شمشیر اللہ اکبر    کلمے کی تفسیر اللہ اکبر
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

ایمان کی جان اللہ اکبر    اسلام کی آن اللہ اکبر
قرآں کا فرمان اللہ اکبر    قول مسلمان اللہ اکبر
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

آغاز و انجام اللہ اکبر    انعام و اکرام اللہ اکبر
پیغام اسلام اللہ اکبر    سب سے بڑا نام اللہ اکبر
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

گونجا یہ نعرہ دشت و جبل میں    گونجا یہ نعرہ جنگ و جدل میں
گونجا یہ نعرہ قصر و محل میں    گونجا یہی میدانِ عمل میں
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

صدیق و فاروق عثمان و حیدر    حضرت بلال و سلمان و بو ذر
خالد و طارق شبیر و شبر    نعرہ یہی تھا سب کی زباں پر
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

صوم و صلوٰۃ و بانگ و اذاں میں    جن و بشر میں کرّ و بیاں میں
فرش و فلک میں حور و جناں میں    گونج رہا ہے کون و مکاں میں
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

آب و ہوامیں موج و صبا میں    صوت و صدا میں لحن و ندا میں
صبح و مسا میں نور و ضیا میں    گونجا ہے اجملؔ ساری فضا میں
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

# قرآن اور تلوار

از: ظفر جاوید

قرآن اک کرشمہ ہے طغیان ناز کا
اک جاں فروز نغمہ ہے فطرت کے ساز کا
اک دلربا سخن ہے لب دل نواز کا
پردہ کشائے راز ہے پردہ ہے راز کا

روپوش ہو کے روح ازل تارساز میں
خود زمزمہ سرا ہے زبان حجاز میں

قرآں ہے آسمان حقیقت کا آفتاب
فطرت ہوئی ہے عالم امکاں میں بے نقاب
کھولا ہے روح نطق نے علم و عمل کا باب
قرآں ہے کائنات کے آئین کی کتاب

قانون بادشاہ کا دوچار سال ہے
قرآن حرف حرف مگر لازوال ہے

قرآن بزم دہر میں ہے حاصلِ حیات
ہر حرف اس کتاب کا ہے روحِ کائنات
ہر برگ اس شجر کا ہے مجموعۂ صفات
اس کو ثبات ہے کسی شی کو نہیں ثبات

برق فنا ہے خرمن اوہام کے لیے
آئینۂ دوام ہے اقوام کے لیے

سینوں میں اس کے نور دلوں میں سرور ہے

اس کی صدا علاج دلِ ناصبور ہے
پروردگار عقل و تمیز و شعور ہے
سرمایہ دار حاصل غیب و ظہور ہے
آرام دوجہاں کی کلید اس کے ہاتھ ہے
زیرِ لحد بھی بعدِ فنا اس کا ساتھ ہے

ہے ایک حرف اس کا دوعالم کی داستاں
ہیں پردہ پوش اس کی اک آیت میں سو جہاں
ہیں اک ورق میں لپٹے ہوئے سات آسماں
صدیوں ہوا ہے اس کی صداقت کا امتحاں
لفظوں میں ہے سرور شراب طہور گم
معنی میں ہیں ہزار قرون و دہور گم

ہوتا ہے علم و دانش مغرب سے کب خموش
یہ روز لا یزال سے ہے صدجہاں بدوش
دامن میں اس کے سیکڑوں طوفاں ہیں پردہ پوش
غافل نہیں ہیں اس کی حقیقت سے اہل ہوش
ہاروت میں وہ دم نہ وہ آہن میں تاب ہے
غافل! جو ایک آئینہ رُوشن میں تاب ہے

رونق فزائے بارِ گہ کربلا ہے یہ
فرماں روائے کشورِ صبرو رضا ہے یہ
دم سازِ ذوالفقار ہے خیبر کشا ہے یہ
ابلیس کی سپاہ سے جنگ آزما ہے یہ
اربابِ عشق کے لیے معشوق ہے یہی
وجہِ کمالِ خالد و فاروق ہے یہی

اقبال کا یہ قول ہے اے مرد نوجواں!
قرآن اور تیغ ہیں مسلم کے دو نشاں
یہ اس کی پاسباں ہے تو وہ اس کا پاسباں
دونوں کے اتحاد سے ہے رونق ِ جہاں

اے بے خبر کلام کی حافظ حسام ہے
اور حافظِ حسام جہاں میں کلام ہے

تلوار کے بغیر ہے قرآن بے سپاہ
قرآن کے بغیر ہے تلوار بے نگاہ
دونوں کا اک مقام ہے دونوں کی ایک راہ
دونوں ہیں آسمانِ رسالت کے مہرو ماہ

دونوں کا ربط گرمیِ بدرو حنین ہے
دونوں کا ارتباط حسن ہے ، حسین ہے

دونوں ہیں جس کے پاس وہ اہل قرآن ہے
دنیا کے خشک و تر پہ وہی حکمران ہے
ہر گام اس کا کوہ صفا کی چٹان ہے
دنیا میں اس کے زیر قدم آسمان ہے

اس کی نظر میں ثابت و سیارہ کچھ نہیں
اس کی نگاہ میں بم و طیارہ کچھ نہیں

قرآن اس زمیں پہ عروس حیات ہے
صبح جہاد ہے یہ عبادت کی رات ہے
قرآن ایک گل کدۂ معجزات ہے
قرآن اس شہنشہ عالم کی بات ہے

کون و مکان کے فوزِ مبیں کی کلید ہے
دیوانِ گانِ عشقِ خدا کی یہ عید ہے

قرآن اور تیغ ہیں مومن کے جان و دل
قرآن اور تیغ ہیں دارائے آب و گل
قرآن و تیغ گر نہیں پہلو میں متصل
ہم روبروئے احمد مختار ہیں خجل

قرآن و تیغ ورثۂ میر حجاز ہے
یہ شی ہے جس پہ مادر گیتی کو ناز ہے

قرآن اور تیغ سے جو ہمکنار ہے
قبضے میں اس کے گردشِ لیل و نہار ہے
قرآن اور تیغ پہ جس کا مدار ہے
اس باغ میں وہ زمزمہ سنج بہار ہے

جھکتے ہیں سرکشان جہاں اس کے سامنے
اور کانپتا ہے کوہِ گراں ان کے سامنے

قرآن اور تیغ ہے جس نوجواں کے پاس
پیکار زندگی میں ہے دل اس کا بے ہراس
مغلوب کر سکے نہ اسے بھوک اور پیاس
ہیں دور اس کے گوشۂ خاطر سے بیم و یاس

دریا کی طرح چڑھ کے اترتا نہیں ہے وہ
کیا معجزہ ہے مر کے بھی مرتا نہیں وہ

●●

## طلوعِ نو:-طیش صدیقی

سحری ہوئی وہ فضاؤں میں زندگی دوڑی
حریم فکر و نظر جگمگا اٹھا اے دوست!
کلی کلی کی زباں پر ہے نغمۂ لاہوت
یہ کس نے جھوم کے بربط اٹھا لیا اے دوست!

وہ راز سینۂ کونین میں جو پنہاں تھا
مچل رہا ہے منیٰ کی پہاڑیوں پہ ندیم
فرازِ کاہکشاں سے الجھ رہی ہے نگاہ
ابھر رہے ہیں نقوش رہِ خلیل و کلیم

وہ کارواں ہے ہم آغوش منزل مقصد
ازل کے دن سے جو تھا وقف جادہ پیمائی
روان کوثرو تسنیم و سلسبیل تھی جو
وہ موج ساحل زمزم سے آکے ٹکرائی

ہوا ظہور خدا کے کلامِ ناطق کا
سکوتِ غارِ حرا بن گیا خروش یقیں
کھلا ثبوت ہے اِقْــرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْـرَمُ
کہ حرف حرف ہے صادق، تو لفظ لفظ امیں

زمیں سے تا بہ فلک رقص میں ہیں گل پارے
ترانہ سنج ہیں مرغانِ سدرہ و طوبیٰ

خرد تلاش میں ہے حیلہ و حوالہ کی
جنوں کے لب پہ ہے سبحان ربی الاعلیٰ
گری وہ خرمن طاغوتیاں پہ برق غضب
اٹھا وہ غلغلۂ لَاْ اِلٰـــہَ اِلَّا الــلّٰـــہُ
ٹھہر گئی ہیں معاً گردشیں زمانے کی
نفس نفس میں لیے سوز معرفت آگاہ
سواد قلّۂ فاراں سے نور حق اُمنڈا
فسونِ ظلمت باطل ، وہ دیکھ ٹوٹ گیا

●●

**قطعات تاریخ**: از قلم گوہر رقم :- جناب الطافؔ مالیگانوی

عبارت جس کی خوشبو ہے ورق جس کا معطر ہے
خدا شاہد ہے کہ ہر اک حرف جس کا ماہِ انور ہے
نکالا ہے جسے الطافؔ محنت سے نظامیؔ نے
کہا احباب نے وہ خوب ہی ''قرآن نمبر'' ہے
۲ ۹ ۳ ۱ھ

جہاں میں باعث صدق وصفا ''قرآن نمبر'' ہے
ہمارے کارواں کا رہنما ''قرآن نمبر'' ہے
نظر سے جن کی اے الطافؔ گزرا بالیقیں ان کی
زباں پر ہے یہی، یہ خوش نما ''قرآن نمبر'' ہے
۲ ۷ ۹ ۱ء

●●

# تحفۂ رب العلیٰ قرآن ہے

از: الطاف انصاری سلطانپوری، مالیگاؤں

فضل حق کا آئینہ قرآن ہے
تحفۂ خیرالوریٰ قرآن ہے

آج بھی نغمہ سرا قرآن ہے
ابتدا تا انتہا قرآن ہے

حافظوں کے سینۂ پُر نور میں
آج بھی جلوہ نما قرآن ہے

تھے کبھی انجیل ،توریت و زبور
آج سب کا پیشوا قرآن ہے

سچ تو یہ ہے ابن آدم کے لیے
سب سے اچھا رہنما قرآن ہے

آج بھی روشن ہے جس سے راہِ حق
ہاں وہی شمع ہدیٰ قرآن ہے

اے مسلماں باعثِ صد افتخار
تحفۂ رب العلیٰ قرآن ہے

ہے بجا گر یوں کہوں اے دوست
مظہرِ ذاتِ خدا قرآن ہے

مخزنِ علم و ہنر کہیے جسے
وہ صحیفہ برملا قرآن ہے

حکمِ قرآں پر جو کرتا ہے عمل
اس بشر کا ہم نوا قرآن ہے

شافعِ محشر کا زندہ معجزہ
مرحبا صد مرحبا قرآن ہے

آج بھی الطاف باقی دہر میں
یادگارِ مصطفیٰ قرآن ہے

●●

# ......تو دیکھو

جناب اسلم گورکھپوری

پل بھر میں گئے عرش پہ پرواز تو دیکھو
کونین کے مختار کا اعجاز تو دیکھو

اک حسن خیالی کے لیے کیوں ہو پریشاں
اے دیدہ ورو ! جلوہ گہِ ناز تو دیکھو

ٹکرایا کوئی سنگ تو گل برسے ہیں لب سے
توحید کے داعی کا یہ انداز تو دیکھو

نغمات کی دنیا پہ فسوں ہو گیا طاری
اللہ کے محبوب کی آواز تو دیکھو

کیوں ذکر قیامت سے ہراساں ہو اے اسلم
انجام سے پہلے ذار آغاز تو دیکھو

●●

# یتیم کی عید

از: شمس الہ آبادی

عید کے دن اچھے اچھے کپڑے پہنے جسم پر
سب مدینے والے آتے تھے خوش و خرم نظر

جارہے تھے سب لباس عید زیب تن کیے
عیدگاہ شہر میں دوگانہ پڑھنے کے لیے

قابل نظارہ تھی بچوں کی بے پایاں خوشی
رقص کرتی تھی لب معصوم پہ آ کے ہنسی

اتفاقاً ہو گیا اس راہ سے ان کا گذر
جن کو کہتے ہیں شہ دنیا ودیں خیرالبشر

ایک طفل آیا نظر دنیا کا ٹھکرا یا ہوا
غنچہ پژمردہ کے مانند مر جھایا ہوا

عید کے دن بھی پھٹے کپڑے تھے اس کے جسم پر
قلب حضرت ہو گیا مضطر یہ حالت دیکھ کر

رحمت عالم نے فرمایا کہ اے لخت جگر!
کس پدر کے ہو پسر، کس ماں کے ہو نور نظر؟

ہچکیاں لے کر وہ یوں رویا چمٹ کر آپ سے
جیسے اک بچہ لپٹ جاتا ہے اپنے باپ سے

دست شفقت سر پہ پھیرا احمد مختار نے
اور تسلی دی اسے کونین کے سردار نے

ہو گئیں نمناک آنکھیں اور ہوئے آنسو رواں
کہہ سنایا اس نے اپنے غم کی ساری داستاں

ایک غزوہ میں گئے تھے محترم والد، وَلے
اور محبوب خدا پر جان قرباں کر دیے

میری ماں نے کچھ دنوں بعد عقد ثانی کر لیا
لے گیا گھر بار مال و اسباب جو حق تھا مرا

اور دونوں نے دیا گھر سے مجھے باہر نکال
پھر رہا ہوں دربدر یا صاحبِ فضل و کمال

اتفاقاً ہو گیا میرا گذر اس راہ سے
میں نے دیکھا چند بچوں کو خوشی سے کھیلتے

دل بھر آیا اور میری آنکھیں پُرنم ہو گئیں
مجھ کو یاد آنے لگی کھوئی ہوئی اپنی خوشی

باپ ہوتا تو پہن کر اچھے کپڑے اے حضور!
میں نمازِ عید پڑھنے کے لیے جاتا ضرور

اب تو رونا آرہا ہے مجھ کو میرے حال پر
کوئی پرسان حال اب آتا نہیں مجھ کو نظر

پھر مرے حضرت نے فرمایا کہ اے لخت جگر
دے بتا مجھ کو مری باتوں پہ راضی ہو اگر

میں بنوں والد ترا اور تیرے بھائی ہوں حسن
عائشہ ہوں ماں تری اور فاطمہ زہرا بہن

جب سنا خوش بخت نے یہ ہیں مرے پیارے رسول
پر مسرت ہو کے بولا ہاں مجھے سب کچھ قبول

پھر مرے سرکار نے نہلا کے پہنایا لباس
دور کر دی سرور عالم نے اس کی بھوک پیاس

جب نماز عید کو ہمراہ حضرت لے لیے
جتنے بچے تھے اسے حسرت سے سب تکنے لگے

کیوں کہ اس بچے کی حالت اب سے پہلے تھی عجب
پہلے کپڑے تھے پھٹے اور اب نئے ہیں سب کے سب

سب نے پوچھا کیا حقیقت ہے مرے بھائی! بتا
داستانِ زندگی اس نے دیا سب کچھ سنا

سن کے ساری داستاں طفل سراپا ناز سے
سننے والے بول اٹھے حسرت بھری آواز سے

کاش ہم ہوتے یتیم از فضل محبوب کریم
ہم بھی بن جاتے مثال اس طفل کے در یتیم

شمسؔ اس در یتیم بے بہا کی عید ہے
یعنی فرزند محمد مصطفیٰ کی عید ہے

●●

# قرآن عظیم

از: شمسؔ الہ آبادی

کیسے ہو بیاں قرآں جو تجھ میں فضیلت ہے
معبود حقیقی کی تو دی ہوئی نعمت ہے

"والشمس" رخ انور، "واللیل" ہے زلفِ خم
قرآں ترے سینے میں سرکار کی صورت ہے

جتنا ہی پڑھوں تجھ کو اتنا ہی سرور آئے
جو لطف و مزا بخشے وہ تیری تلاوت ہے

گھر تو نے بنایا ہے حفاظ کے سینے میں
یہ لطف و عنایت ہے احسان محبت ہے

تیرے ہی اصولوں پر مسلم کی ہے بنیادیں
تو مذہب و ملت کا سرمایہ دولت ہے

وہ ماہِ صیام آیا رحمت کا پیام آیا
اے شمسؔ! پڑھو قرآں، گر خواہش جنت ہے

●●

# چمن زار ایمان-متفرق اشعار

اے رضؔا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور ﷺ
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی
(امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ)

صرف محبوبِ خدا کا مرے سَر، سایہ ہے
صرف قرآں مری طاقت مرا سرمایہ ہے
(شبنم رومانی)

مصحف رخ پر نظر رہتی ہے سیدؔ ہر گھڑی
عمر گذری ہے مری قرآن کی تفسیر میں

بھلا تلووں کی رفعت کو کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
کہ خاک پائے اقدس کی قسم آئی ہے قرآں میں
(محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ)

صحیفہ کوئی ہو وہ مثل قرآں ہو نہیں سکتا
منافق کو کبھی احساسِ ایماں ہو نہیں سکتا

نہ ہو تعظیم جس کے دل میں سرکار مدینہ کی
عبادت لاکھ وہ کرلے مسلماں ہو نہیں سکتا
(بیکل اتساہی بلرامپوری)

خدا شاہد ہے اے خورشیدؔ! قرآں کی صداقت کا
کیا ہے اس نے وعدہ تا ابد اس کی حفاظت کا

(خورشید آرا بیگم)

کتابیں ہوئیں ایک سے ایک نازل مگر اپنا قرآن اپنی جگہ ہے
ہدایت کے احکام ہیں جانے کتنے، شہ دیں کا فرمان اپنی جگہ ہے

(بیکل اتساہی بلرامپوری)

میں اس مصحف رخ کی کیا شان سمجھوں مگر یہ کہ اپنا میں قرآن سمجھوں
تصور کی دنیا میں آئے ہیں جیسے، مضامین خیر الکلام آرہے ہیں

یداللہ نام ان کے ہاتھوں کا آیا، خدا کا کیا ان کا کردار ٹھہرا
کلامِ خدا اور زبانِ محمد علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

(حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ)

وہی کلام نبی ہے وہی کلام اللہ
بڑا عجیب ہے اعجاز گفتگوئے رسول

اللہ کا کلام اترتا پہاڑ پر
سب دیکھتے کہ اڑ گیا ہو کر ہوا پہاڑ

مرا قرآن ہے روئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
سراپا نور ہے موئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

جبین و عارض و لب، چشم و ابرو
مکمل مصحف ناطق کے پارے

یوں نہ سمجھو گے تفسیر قرآن کی
پہلے عشق حبیب خدا چاہیے

(راز الہٰ آبادی)

● ●

## رباعی سورۂ اخلاص

مرسلہ حضرت حافظ رحمانی بابا، ترچنا پلی

بہر کارے رفیقت ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ''
وے نگہ دارِ تو روز و شب ''اَللّٰهُ الصَّمَدُ''
''لَمْ يَلِدْ'' یارب ''وَلَمْ يُوْلَدْ'' بہر جا دستگیر
''لَمْ يَكُنْ'' ناصر ترا حافظ ''لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ''

●●

## توفیق احسن برکاتی کی متوقع کتب

(۱)- ثنائے سرکار ہے وظیفہ (دوسرا نعتیہ مجموعہ)، صفحات: 120
(۲)- کتابوں کے شہر میں (علمی تبصروں کا مجموعہ)، صفحات: 344
(۳)- میری کتابیں (اہل علم کے تاثرات و تبصروں کا مجموعہ)، صفحات: 168
(۴)- احسن اداریے (منتخب اداریوں کا مجموعہ)، صفحات: 320

**Contact:**
**Taufiq Ahsan Barkati:**
**Masjid Gulshane Madina 485 Shiwaji Nagar**
**M.I.D.C. Road Nerul Navi Mumbai.400706**
E-Mail:Taufiqahsan92@gmail.com
Mob:09819433765

●●

# اہم گزارش

## احیائے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی

جہاں تعلیم، تبلیغ اور تربیت کے ذریعہ قوم کی گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہے وہیں الحمدللہ ! اصلاح عقائد و اعمال کے موضوع پر کتابوں کو شائع کر کے لوگوں کے ذہنوں کو دینی بنانے اور سینوں کو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے جگمگانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔

اب تک مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں اردو، ہندی، انگلش اور گجراتی میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن کو پڑھنے کے بعد گناہوں سے نفرت اور آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ آج کے دور میں دینی کتابوں کو لوگوں تک پہنچا کر ان کی دنیا و آخرت سنوارنا بہت بڑا نیک کام ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ اپنے اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے اور فروغ دین وسنیت کے لیے ادارہ معارف اسلامی اور مکتبہ طیبہ کی شائع کردہ کتابوں کو خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کریں، ان شاء اللہ دارین میں اس کا فائدہ میسر ہوگا اور مرحومین کو ان شاء اللہ جنت نصیب ہوگی۔

**نوری قافلے** : ہر ماہ کم از کم ایک یا تین روز کے لیے نوری قافلے میں نکلنے کے لیے اپنے گھر کے مرد حضرات کو نکلنے کی ترغیب دیں۔ ان شاء اللہ دل کو سکون ہوگا، پریشانیاں دور ہوں گی اور برکتیں میسر ہوں گی۔

**ہفتہ واری اجتماع** : ہر سنیچر بعد نماز عشا مرکز اسمعیل حبیب مسجد ممبئی میں سنی دعوت اسلامی کے ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کے لیے اپنے گھر کے بچوں، نوجوانوں اور دیگر افراد کو شرکت کی تلقین کریں۔ ان شاء اللہ ان کی دینی معلومات میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کا سینہ محبت رسول کا مدینہ بنے گا۔

کتابوں کیلئے رابطہ نمبر 9819628034 قافلہ کیلئے رابطہ نمبر 9892509900


MAKTABA-E-TAIBAH

Markaz Ismail Habib Masjid, 126, Kambekar St, Mumbai-3

www.sunnidawateislami.net, e-mail: sdiheadoffice@gmail.com

Ph.: 022-23451292, 23434366